اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

تعلیم الدین

تیسرا حصہ

مکتب کے بچے، اسکول اور کالج میں پڑھنے والے اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

دینِ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتیں سکھانے والی آسان کتاب

اسلامی عقائد | فقہ | سیرتِ پاک | آداب واخلاق

از

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی

مفتی محمود صاحب بارڈولی

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	تعلیم الدین (تیسرا حصہ)
از	:	مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی و مفتی محمود صاحب بارڈولی
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	112
طبعِ اول	:	صفر ۱۴۴۱ھ م اکتوبر ۲۰۱۹ء
طباعت	:	ہمدم پریس، مالیگاؤں 9890069488 9860448783 ✆

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا، محمود نگر، ڈابھیل	9558174772
مدرسۃ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت	9714814566 9898371086
دارالمکاتب کاپودرا	9712005458 9824289750

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
❁	پیش لفظ	۹
	پہلا باب: عقائدِ اسلام	
۱	اللہ تعالیٰ کے نام وصفات	۱۴
۲	ایمانِ مجمل کا پہلا حصہ	۱۴
۳	ایمانِ مجمل کا دوسرا حصہ	۱۶
۴	ایمان کا بیان	۱۷
۵	نیک عمل کا بیان	۱۸
۶	جنّات	۱۸
۷	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان	۱۹
۸	اولیائے کرام کا بیان	۲۰
۹	معجزہ اور کرامت کا بیان	۲۲
	دوسرا باب: فقہ (ضروری مسائل)	
۱۰	وضو کے مسائل	۲۷
۱۱	دھونے کی حد	۲۷

۱۲	مسح کے معنی	۲۷
۱۳	نماز کے شرائط	۲۸
۱۴	دوسری شرط: کپڑے کا پاک ہونا	۲۹
۱۵	تیسری شرط: جگہ کا پاک ہونا	۲۹
۱۶	نماز کی چوتھی شرط: ستر کا چھپانا	۳۰
۱۷	نماز کی پانچویں شرط: وقت کا بیان	۳۱
۱۸	نمازوں کے مستحب اوقات کا بیان	۳۳
۱۹	فجر کا مستحب وقت	۳۳
۲۰	ظہر کا مستحب وقت	۳۴
۲۱	عصر کا مستحب وقت	۳۴
۲۲	مغرب کا مستحب وقت	۳۴
۲۳	عشا کا مستحب وقت	۳۴
۲۴	نماز کے ممنوع اوقات	۳۵
۲۵	نفل نماز کے مکروہ اوقات	۳۶
۲۶	نماز کی چھٹی شرط: قبلہ کی طرف رخ کرنے کا بیان	۳۶
۲۷	نماز کی ساتویں شرط: نیت کا بیان	۳۸
۲۸	نماز کی آٹھویں شرط: تکبیرِ تحریمہ کا بیان	۳۹
۲۹	نماز کے ارکان کا بیان	۳۹

۳۰	نماز کا پہلا رکن؛ یعنی قیام کا بیان	۴۰
۳۱	نماز کا دوسرا رکن: قرأت کا بیان	۴۱
۳۲	نماز کا تیسرا رکن: رکوع کا بیان	۴۳
۳۳	نماز کا چوتھا رکن: سجدہ کا بیان	۴۴
۳۴	نماز کا پانچواں رکن: قعدۂ اخیرہ کا بیان	۴۵
۳۵	نماز کا چھٹا رکن: اپنے کسی اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنا	۴۵
۳۶	سوالات	۴۶
۳۷	نماز کے واجبات کا بیان	۴۶
۳۸	نماز کی سنتوں کا بیان	۴۸
۳۹	قیام اور قرأت کی سنتیں	۴۸
۴۰	رکوع اور سجدہ کی سنتیں	۵۰
۴۱	نماز کے مستحبات کا بیان	۵۱
۴۲	نماز کو توڑنے والی چیزوں کا بیان	۵۲
۴۳	نماز کے مکروہات کا بیان	۵۴
۴۴	وتر کی نماز کا بیان	۵۶
۴۵	سوالات وجوابات	۵۷
	تیسرا باب: سیرت پاک	
۴۶	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی	۵۹

۴۷	غزوۂ اُحد	۶۰
۴۸	لڑائی کی شروعات	۶۱
۴۹	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت	۶۲
۵۰	لڑائی کی درمیانی حالت	۶۲
۵۱	کایا پلٹ	۶۳
۵۲	سوالات	۶۵
۵۳	یہودیوں کی شرارت	۶۶
۵۴	غزوۂ بَنوقَینُقاع	۶۶
۵۵	غزوۂ بنونظیر	۶۷
۵۶	سوالات	۶۸
۵۷	غزوۂ خندق ۵ سنہ ھ؛ یعنی تمام عرب کے مشرکوں کی جنگ	۶۸
۵۸	بنوقریظہ کی غداری	۷۰
۵۹	مقابلہ	۷۰
۶۰	دشمنوں میں پھوٹ	۷۱
۶۱	بنوقریظہ کی بدعہدی کی سزا	۷۲
۶۲	سوالات	۷۲
۶۳	صلحِ حدیبیہ اور بیعت رضوان	۷۳
۶۴	قریش کی طرف سے مقابلہ کی تیاری	۷۳

۶۵	حدیبیہ میں قیام	۷۳
۶۶	صلح کی بات چیت	۷۵
۶۷	غزوۂ خیبر	۷۵
۶۸	عمرۃ القضا	۷۷
۶۹	سوالات	۷۷
۷۰	فتحِ مکہ، رمضان ۸ سنہ ھ۔ اللہ کے گھر پر اللہ کے دین کا جھنڈا	۷۸
۷۱	مکہ معظّمہ میں مسلمانوں کا شاندار داخلہ	۷۹
۷۲	عام معافی	۸۰
۷۳	جیت کا خطبہ	۸۱
۷۴	غزوۂ حُنَین وطائف	۸۳
۷۵	طائف کا گھیراؤ	۸۵
۷۶	غنیمت کے مال کی تقسیم	۸۵
۷۷	سوالات	۸۶
۷۸	اسلام کا پہلا حج (ذی الحجہ ۹ سنہ ھ)	۸۶
۷۹	حضور ﷺ کا پہلا اور آخری حج	۸۶
۸۰	عرفات کے میدان میں آپ ﷺ کا آخری خطبہ	۸۸
۸۱	بیماری کی شروعات	۹۰
۸۲	وفات اور آخری خطبہ	۹۱

۸۳	دنیا سے رخصتی کا دن	۹۱
۸۴	غسل اور کفن دفن	۹۳
۸۵	سوالات	۹۴
	اخلاق وآداب	
۸۶	غیبت اور بہتان	۹۶
۸۷	چغل خوری کی برائی	۹۸
۸۸	بدگمانی کی برائی	۹۹
۸۹	جاسوسی کرنے کی برائی	۱۰۱
۹۰	صلۂ رحم کی فضیلت	۱۰۲
۹۱	حسنِ سلوک کی صورتیں	۱۰۴
۹۲	حسن سلوک کی برکتیں	۱۰۴
۹۳	ملاقات کے آداب	۱۰۵
۹۴	حدیثِ پاک میں مہمان کے لیے ہدایات	۱۰۷
۹۵	ملاقات کے آداب میں چند باتیں علما نے اور بتائی ہیں:	۱۰۹
۹۶	حدیث پاک میں میزبان کے لیے ہدایات	۱۰۹
۹۷	عیادت اور بیمار کی خبر لینے جانا	۱۱۰
۹۸	بیمار پُرسی کے آداب	۱۱۱

بسم اللہ ال[illegible]م

[illegible]سلا[illegible]ہ ہے، مکتب کے دوا[illegible]ادی مقصد ہیں:
[illegible]ں قرآنِ [illegible] جاتی ہے اور قرآ[illegible] کے الفاظ صحیح
پڑ[illegible]ر آنِ کریم کی چنا[illegible]بانی یاد [illegible]ئی جاتی
[illegible]ن کی بنیادی تعلیم کا مر[illegible] ہے، مسلمانو[illegible]وری
[illegible]

④ محفوظات کا ایک نصاب، جن میں پانچ کلمے، ضروری مسنون دعائیں اور دیگر ضروری باتیں زبانی یاد کرنا ہوتا ہے۔

نورانی مکاتب جو مکاتبِ قرآنیہ کا ایک حسین گلدستہ ہے۔

قرآن کی خدمت کرنے والے چند ٹرسٹوں کا ایک مجموعہ اور ادارہ ہے۔

دین وایمان کی حفاظت کا ایک انقلابی کارنامہ انجام دینے والا نورانی مرکز ہے۔

ارتداد، جہالت، غربت وافلاس زدہ مسلمانوں کی ایمانی، دینی حفاظت کا ایک مستحکم قلعہ ہے۔ یہ سب اللہ کا فضل وکرم ہے۔

مکاتبِ قرآنیہ کے اوپر لکھے ہوئے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے نصاب کے طور پر حسبِ ذیل کتابیں اردو، گجراتی، انگریزی زبان میں آج تک بفضل اللہ تعالیٰ نورانی مکاتب اور دارالمکاتب کے زیرِ سرپرستی تیار ہوکر شائع ہوئیں اور عالم میں پھیل گئیں، الحمد للہ علی ذلک۔

① بچوں کا تحفہ (اول، ثانی)۔
② بچوں کو پڑھانے کا طریقہ۔
③ روضۃ الاطفال۔
④ رہبرِ معاون۔
⑤ مکاتب کے اہم امور۔
⑥ معلم الاطفال۔
⑦ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
⑧ گلدستۂ اطفال (تین حصے)۔

⑨ تعلیمی نفسیات۔
⑩ حفظ پڑھانے کا طریقہ۔
⑪ تحفۂ حفاظ۔
⑫ طریقۂ تعلیم الصبیان۔
⑬ پارۂ عم پڑھانے کا طریقہ۔

مکاتب کے اس نصاب کے ساتھ دیگر مطبوعات اس کے علاوہ ہیں۔

پھر بھی بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر اوپر لکھے گئے مکاتب کے مقاصد میں سے دوسرے نمبر کے مقصد کی تکمیل کے لیے ایک جامع، آسان اور عام فہم نصاب کے ضروت کی تکمیل کے لیے یہ چند کتابیں تیار کی گئیں:

① محفوظات کا آسان نصاب۔
② تعلیم الدین (پہلا حصہ)۔
③ تعلیم الدین (دوسرا حصہ)۔
④ تعلیم الدین (تیسرا حصہ)۔
⑤ تعلیم الدین (چوتھا حصہ)۔
⑥ تعلیم الدین (پانچواں حصہ)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان تمام کتابوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور اوپر لکھے ہوئے مقاصدِ خیر کی تکمیل کا ذریعہ بنائے۔

ان کتابوں کی تالیف، ترتیب، تصحیح، تزیین، کمپوزنگ، طباعت و اشاعت میں بہت سارے حضرات نے حصہ لیا ہے، خاص کر:

① مجدِ مکاتب حضرت مولانا اسماعیل احمد لولات صاحب کاپودروی زید مجدہ، استاذِ حدیث: جامعہ قاسمیہ کھروڈ ، رکنِ رکین: مجلسِ شوریٰ نورانی مکاتب ، سرپرست: دارالمکاتب کاپودرا۔

② حضرت مولانا مفتی شکیل صاحب ، استاذِ حدیث و ناظم: مدرسہ خدیجۃ الکبری، اون، سورت۔

③ حضرت مولانا مفتی توصیف صاحب ابن حاجی شکیل، استاذِ حدیث وناظمِ حسابیات: مدرسہ خدیجۃ الکبری وگلشن احمد ٹرسٹ۔

④ حضرت مولانا عمران چانکی صاحب ،صدر: ایکتا ایجوکیشن اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ، پنچ محل، گودھرا، ومعاونِ ناظم: شعبۂ نشرواشاعت نورانی مکاتب۔

⑤ حضرت مولانا حافظ قاری عبدالعزیز حافظجی ،ٹرسٹی: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت، ورکنِ مجلسِ شوریٰ: نورانی مکاتب۔

⑥ حضرت مولانا آصف صاحب سورتی، معاون: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت۔

اور دوسرے تمام ہی حضرات کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے اور اس سلسلے کو بے انتہا قبول فرمائے اور اس کے فیض کو صبحِ قیامت تک پورے عالم میں عام وتام فرمائے۔

اس نصاب میں اگر غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائے، ان شاء اللہ! آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرلی جائے گی اور اس نیک کام میں آپ بھی شامل ہوں گے۔

(حضرت مفتی) محمود (صاحب) بارڈولی (دامت برکاتہم)
استاذِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل
یکے از بانیان وسرپرست: نورانی مکاتب

جواب: فجر کی سنت کے علاوہ دیگر سنت اور نفل نمازوں میں قیام فرض نہیں ہے، بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے؛ البتہ بیٹھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔

نماز کا دوسرا رکن: قرأت کا بیان

سوال: قرأت سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرأت قرآن مجید پڑھنے کو کہتے ہیں۔

سوال: نماز میں کتنا قرآن مجید پڑھنا فرض ہے؟

جواب: ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیات پڑھنا فرض ہے، فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

سوال: نماز میں قرأت کی تفصیل بتاؤ؟

جواب: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور اس کے ساتھ قرآنِ پاک کی ایک بڑی یا تین چھوٹی آیات کا ملانا واجب ہے۔ وتر کی نماز اور سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ قرآنِ پاک کی ایک بڑی یا تین چھوٹی آیات کا پڑھنا واجب ہے۔

سوال: سورۂ فاتحہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں واجب ہے؟

جواب: فرض کی پہلی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے؛ البتہ مستحب ہے اور وتر، سنت اور نفل کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

سوال: قرآن مجید کن نمازوں میں زور سے پڑھنا واجب ہے؟

جواب: مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں، فجر، جمعہ اور دونوں عید کی نمازوں میں اور رمضان کے مہینے میں تراویح اور وتر کی نمازوں میں زور سے پڑھنا امام پر واجب ہے۔

سوال: کن نمازوں میں قرأت آہستہ کرنی چاہیے؟

جواب: ظہر اور عصر کی نماز میں امام اور منفرد؛ یعنی اکیلے نماز پڑھنے والے سب کو اور وتر کی نماز میں منفرد کو آہستہ قرأت کرنی چاہیے۔

سوال: مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں اور فجر کی نماز میں منفرد زور سے قرأت کرے گا یا آہستہ؟

جواب: منفرد مغرب، عشا، اور فجر کو وقت میں ادا کر رہا ہے تو اس کو اختیار ہے؛ چاہے زور سے قرأت کرے یا آہستہ؛ مگر تھوڑی آواز سے پڑھنا افضل ہے۔

سوال: زور سے اور آہستہ پڑھنے کا کم سے کم درجہ کتنا ہے؟

جواب: زور سے پڑھنے کا کم درجہ یہ ہے کہ اپنی آواز پاس والے شخص کے کان میں پہنچ سکے اور آہستہ پڑھنے کا کم درجہ یہ ہے کہ اپنی آواز اپنے کان میں پہنچ سکے۔

سوال: جن نمازوں میں آواز سے قرأت کی جاتی ہے انھیں کیا کہتے ہیں؟

جواب: انھیں ''جہری نماز'' کہتے ہیں؛ کیوں کہ ''جہر'' کے معنی زور سے پڑھنے کے ہیں۔

سوال: جن نمازوں میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے انھیں کیا کہتے ہیں؟

جواب: انھیں ''سرّی نماز'' کہتے ہیں؛ کیوں کہ ''سِر'' کے معنی آہستہ سے پڑھنے کے ہیں۔

سوال: اگر کوئی شخص زبان سے قرأت نہ کرے؛ بلکہ صرف خیال میں پڑھ جائے تو نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صرف خیال کرنے سے نماز نہیں ہوگی؛ بلکہ زبان سے پڑھنا ضروری ہے۔

سوال: اگر کسی کو ایک آیت بھی یاد نہیں ہے تو کیا کرے؟

جواب: قرأت کی جگہ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' یا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' پڑھ لے؛ لیکن اس پر قرآن سیکھنا اور یاد کرنا فرض ہے، ہر شخص کے لیے قرأت کی فرض مقدار یاد کرنا فرض ہے اور واجب مقدار یاد کرنا واجب ہے، نہ سیکھنے میں سخت گنہگار ہوگا۔

نماز کا تیسرا رکن: رکوع کا بیان

سوال: رکوع کی ادنیٰ مقدار کیا ہے؟

جواب: رکوع کی ادنیٰ مقدار اس قدر جھکنا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ

جائے۔

سوال: رکوع کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: اس قدر جھکنا کہ سر اور کمر برابر رہے اور ہاتھ پسلیوں سے جدا رہیں اور گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا جائے۔

مسئلہ: کسی شخص کی کمر پہلے سے ہی اتنی جھکی ہوئی ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے جھکی ہوئی ہو تو سر سے اشارہ کر لے؛ یعنی صرف سر جھکا دینے سے اس کا رکوع ادا ہو جائے گا۔

نماز کا چوتھا رکن: سجدہ کا بیان

سوال: سجدہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔

سوال: صرف ناک یا پیشانی پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر کسی عذر کی وجہ سے ایسا کرے تو سجدہ ادا ہو جائے گا؛ لیکن بلا عذر صرف ناک پر سجدہ کر لیا تو سجدہ درست نہیں ہوگا اور اگر بلا عذر صرف پیشانی پر سجدہ کیا تو سجدہ تو ہو جائے گا؛ لیکن مکروہ ہے۔

سوال: ہر رکعت میں ایک سجدہ فرض ہے یا دونوں؟

جواب: دونوں سجدے فرض ہیں۔

سوال: پیشانی اور ناک دونوں پر زخم ہو تو کس طرح سجدہ کرے؟

جواب: ایسے شخص کے لیے سجدہ کا اشارہ کر لینا کافی ہے۔

نماز کا پانچواں رکن: قعدۂ اخیرہ کا بیان

سوال: قعدۂ اخیرہ کن نمازوں میں فرض ہے؟

جواب: فرض، واجب، سنت، اور نفل تمام نمازوں میں قعدۂ اخیرہ فرض ہے۔

سوال: قعدۂ اخیرہ کی کتنی مقدار فرض ہے؟

جواب: تشہد کے آخری الفاظ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک پڑھنے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔

نماز کا چھٹا رکن: اپنے کسی اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنا

کسی اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنے کے معنی ہے: ارادہ سے کوئی کام نماز سے نکلنے کے لیے کرنا۔

مسئلہ: کم از کم قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد اپنے ارادہ سے کوئی ایسا کام نماز سے نکلنے کے لیے کرنا جو نماز میں ممنوع ہو، مثلاً کلام کرنا وغیرہ؛ لیکن لفظِ سلام سے نماز کو ختم کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد ہوا خود بخود بلا ارادہ خارج ہوگئی تو نماز نہیں ہوگی؛ کیوں کہ ہوا کا خارج ہونا ارادہ سے نہیں

ہے؛ بلکہ غیر اختیاری طور پر خارج ہوگئی ہے۔ (بحر)

مسئلہ: تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد ہوا جان بوجھ کر ارادہ سے خارج کرے تو نماز ہوگئی؛ لیکن ایک واجب؛ یعنی سلام چھوٹ گیا اور واجب کے چھوٹنے سے نماز کو لوٹانا واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: تیمم کر کے نماز پڑھنے والے کو قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد پانی مل جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی؛ کیوں کہ پانی کا ملنا اختیاری فعل نہیں ہے۔

سوالات

سوال: نماز کی کتنی شرطیں ہیں؟ اور ان کا حکم کیا ہے؟

جواب: نماز کی آٹھ شرطیں ہیں، ایک شرط بھی فوت ہوجائے اور چھوٹ جائے تو نماز درست نہیں ہوگی۔

سوال: نماز کے فرضوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کا کوئی ایک فرض بھی چھوٹ جائے (چاہے جان کر یا بھول کر) تو نماز نہیں ہوگی۔

نماز کے واجبات کا بیان

سوال: نماز میں کتنے واجبات ہیں؟

جواب: نماز میں چودہ واجبات ہیں:

① فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور دوسری تمام نمازوں کی ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا۔

② فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں اور واجب اور سنت و نفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا۔

③ تین یا چار رکعت والی نماز ہو تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا طے ہے۔

④ سورۂ فاتحہ کو پہلے اور سورت کو بعد میں پڑھنا۔

⑤ مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں، فجر، جمعہ، تراویح اور رمضان میں وتر کی نماز اور عیدین میں امام کو آواز سے پڑھنا۔ اور مغرب کی تیسری اور عشا کی آخری دو رکعتوں میں اور ظہر اور عصر کی چاروں رکعتوں میں امام کا آہستہ قرأت کرنا۔

⑥ قومہ؛ یعنی رکوع کے بعد کھڑا ہونا۔

⑦ جلسہ؛ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا کہ ہر عضو میں سکون پیدا ہو جائے۔

⑧ پہلا قعدہ؛ یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد تشہد پڑھ سکے اتنی دیر بیٹھنا۔

⑨ دونوں قعدوں میں تشہد؛ یعنی التحیات پڑھنا۔

⑩ لفظِ سلام کے ذریعہ سے نماز کو ختم کرنا۔

⑪ ہر رکن کو اچھی طرح اطمینان سے ادا کرنا۔

⑫ ہر رکن کو ترتیب سے ادا کرنا؛ یعنی قیام، قرأت، رکوع، سجدہ وغیرہ میں ترتیب قائم رکھنا۔

⑬ وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کسی سورت یا آیت کے ملانے کے بعد تکبیر کہہ کر دعائے قنوت پڑھنا۔

⑭ دونوں عیدوں کی نماز میں چھ زائد تکبیر کہنا۔

سوال: نماز کے واجبات کا حکم کیا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص نماز کے واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دے تو نماز ادھوری ہوجاتی ہے اور نماز کا دہرانا واجب ہے اور اگر بھول کر ایک یا کئی واجب چھوٹ جائے یا انھیں آگے پیچھے ادا کرے، ترتیب سے ادا نہ کرے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہوجاتی ہے۔

نماز کی سنتوں کا بیان

سوال: نماز میں کتنی سنتیں ہیں؟

جواب: نماز میں اکیس سنتیں ہیں۔

قیام اور قرأت کی سنتیں

① تکبیرِ تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا۔

② دونوں ہاتھ کی انگلیاں اپنے حال پر کھلی رکھنا اور ہتھیلی والے حصے کو قبلہ کی طرف رکھنا۔

③ تکبیر کے وقت سر کو نہ جھکانا۔

④ امام کو تکبیرِ تحریمہ اور ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی تمام تکبیرات میں ضرورت کے مطابق زور سے کہنا۔

⑤ سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا۔

⑥ ثنا؛ یعنی ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ'' پڑھنا۔

⑦ اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا۔

⑧ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھنا۔

⑨ سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا۔

⑩ ثنا، اعوذ باللہ، بسم اللہ، اور آمین سب کو آہستہ پڑھنا۔

⑪ سنت کے موافق قرأت کرنا۔

فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل میں سے پڑھنا اور عصر اور عشا میں اوساطِ مفصل اور مغرب میں قصارِ مفصل میں سے پڑھنا۔

طوالِ مفصل: قرآن مجید کے چھبیسویں پارہ کی سورۂ حجرات سے تیسویں پارہ کی سورۂ بروج تک کو طوالِ مفصل کہتے ہیں۔

اوساطِ مفصل: سورۂ طارق سے سورۂ بینہ تک کو اوساطِ مفصل کہتے ہیں۔

قصارِ مفصل: تیسویں پارہ میں سورۂ زلزال سے سورۂ ناس تک کو قصارِ مفصل کہتے ہیں۔

⑫ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

رکوع اور سجدہ کی سنتیں

① رکوع اور سجدہ میں تین تین بار تسبیح پڑھنا۔

② رکوع میں سر اور پیٹھ برابر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کی کھلی انگلی سے گھٹنوں کو پکڑ لینا۔

③ قومہ میں امام کو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہنا اور مقتدی کو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا اور منفرد؛ یعنی بغیر جماعت کے تنہا نماز پڑھنے والے کا دونوں کہنا۔

④ سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک اور پیشانی زمین پر رکھنا۔

جلسہ؛ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے اور قعدہ کی سنتیں

① جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور سیدھے پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

② تشہد میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا اور

اِلاّ اللہ پر رکھ دینا۔

③ اخیری قعدہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا۔

④ اخیری قعدہ میں درود کے بعد دعا پڑھنا۔

⑤ پہلے دائیں طرف، پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

سوال: نماز کی سنتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: جو چیزیں نماز میں حضور ﷺ سے ثابت ہوئی ہیں؛ لیکن اس کا کرنا فرض اور واجب کے برابر نہیں ہے انھیں سنت کہتے ہیں۔

سوال: نماز میں سنتوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں کوئی سنت بھول سے چھوٹ جائے تو نماز ٹوٹتی نہیں ہے، سجدۂ سہو نہیں کرنا ہوتا، اور گناہ بھی نہیں ہوتا ہے، اور جان بوجھ کر چھوڑنے سے بھی نماز ہوجاتی ہے اور سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہوتا؛ لیکن چھوڑنے والا ملامت کا مستحق ہوتا ہے۔

نماز کے مستحبات کا بیان

نماز میں آٹھ چیزیں مستحب ہیں:

① تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہتھیلیاں کپڑے سے باہر رکھنا۔

② رکوع اور سجدہ میں منفرد کو تین مرتبہ سے زیادہ تسبیح کہنا۔

③ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا۔

④ رکوع میں قدموں کی پیٹھ پر نظر رکھنا۔
⑤ جلسہ اور قعدہ میں اپنی گود پر نظر رکھنا۔
⑥ سلام کے وقت اپنے کندھوں پر نظر رکھنا۔
⑦ کھانسی کو اپنی طاقت بھر روکنا۔
⑧ جُمائی میں منہ بند رکھنا اور کھل جائے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کے پیچھے والے حصے سے منہ کو چھپا لینا۔

نماز کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

سوال: نماز کو توڑنے والی چیزیں کیا کیا ہیں؟

جواب: نماز کو توڑنے والی چیزیں یہ ہیں:

① وضو ٹوٹ جانا۔
② نماز میں بات کرنا؛ چاہے جان بوجھ کر ہو یا بھول کر یا غلطی سے ہو، تھوڑی ہو یا زیادہ۔
③ منہ کے باہر سے کوئی بھی چیز کھا لینا؛ چاہے تھوڑی ہی ہو۔
④ آواز سے ہنسنا۔
⑤ درد کی وجہ سے آہ، آہ، اُف یا ہائے کہنا۔
⑥ بلا عذر جان بوجھ کر قبلہ کی طرف سے سینہ پھیر لینا۔

⑦ پورے سجدے میں زمین سے دونوں پیر اُٹھائے رکھنا۔

⑧ ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا۔

⑨ قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا۔

⑩ قرآن پاک پڑھنے میں کوئی بڑی غلطی کرنا۔

⑪ اپنے امام کے علاوہ کسی کو لقمہ دینا۔

⑫ ایک رکن کے برابر ستر کھل جانا۔

⑬ عملِ کثیر؛ یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے۔

⑭ نماز میں امام سے آگے بڑھ جانا۔

⑮ سلام کرنا؛ یعنی کسی شخص کو سلام کے ارادے سے سلام یا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" یا اس جیسا کوئی لفظ کہہ دینا۔

⑯ سلام کا زبان سے جواب دینا۔

⑰ کسی اچھی خبر سن کر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" یا کسی بری خبر پر "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھنا یا کسی عجیب خبر پر "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہنا یا چھینکنے والے کے جواب میں يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہنا یا نماز کے باہر سے کسی دعا کرنے والے کی دعا پر "آمین" کہنا۔

⑱ نماز کی اندر کی دعا میں ایسی چیز مانگنا جو انسانوں سے مانگی جاتی ہے جیسے یوں کہے: یا اللہ! مجھے سو روپے دے دے وغیرہ۔

⑲ لگاتار دو صفوں کی مقدار کے برابر نماز میں چلنا۔

⑳ اللہ اکبر میں لفظ اللہ کے الف کو کھینچ کر؛ یعنی مد سے پڑھنا۔

نماز کے مکروہات کا بیان

① کپڑے کو لٹکانا، مثلاً کرتا آستین میں ہاتھ ڈالے بغیر کندھوں پر ڈال لینا یا چادر سر پر ڈال کر اس کے کنارے لٹکا دینا۔

② کپڑوں کو مٹی وغیرہ سے بچانے کے لیے سمیٹنا۔

③ نماز میں اپنے بدن یا کپڑے سے کھیلنا۔

④ ایسے معمولی کپڑوں میں نماز پڑھنا جنھیں پہن کر مجمع میں جانا پسند نہیں کیا جاتا۔

⑤ سستی اور بے پروائی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔

⑥ پاخانہ یا پیشاب کی سخت حاجت ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا۔

⑦ سر کے اوپر والے حصہ پر بالوں کا جوڑا باندھنا۔

⑧ کنکریوں کو ہٹانا؛ لیکن اگر سجدہ کرنا مشکل ہو تو ایک مرتبہ ہٹانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

⑨ انگلیاں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔

⑩ کمر پر ہاتھ رکھنا۔

⑪ قبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر اِدھر اُدھر دیکھنا۔

⑫ کتّے کی طرح بیٹھنا؛ یعنی رانیں کھڑی کر کے بیٹھنا اور رانوں کو پیٹ سے اور گھٹنوں کو سینے سے ملا لینا اور ہاتھوں کو زمین پر رکھنا۔

⑬ سجدہ میں دونوں کلائیوں کو زمین پر بچھا لینا مرد کے لیے مکروہ ہے۔

⑭ ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔

⑮ کسی ایسے آدمی کی طرف نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہو۔

⑯ بلا عذر چار زانو بیٹھنا (چوکڑی مار کر، آلتی پالتی مار کر)۔

⑰ جان بوجھ کر جُمائی لینا یا روکنے کی طاقت کے باوجود نہ روکنا۔

⑱ آنکھوں کو بند کر لینا؛ لیکن اگر نماز میں دل لگنے کے لیے بند کرے تو مکروہ نہیں ہے۔

⑲ امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا؛ لیکن قدم محراب سے باہر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

⑳ اکیلے امام کا ایک ہاتھ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا، اگر امام کے ساتھ مقتدی بھی ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

㉑ صف میں اکیلے کھڑے ہونا جبکہ آگے کی صف میں جگہ خالی ہو۔

㉒ کسی جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔

㉓ ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں نمازی کے سر یا دائیں بائیں یا سجدہ کی

جگہ جاندار کی تصویر ہو۔

(۲۴) قرآن کی آیات یا تسبیحات وغیرہ انگلیوں پر گننا۔

(۲۵) چادر یا کوئی کپڑا اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ جلدی سے ہاتھ نہ نکل سکیں۔

(۲۶) بلا عذر عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا۔

(۲۷) نماز میں انگڑائی لینا؛ یعنی سستی کرنا۔

(۲۸) سنت کے خلاف نماز میں کوئی کام کرنا۔

ھدایت: اساتذہ نماز کے فرائض، واجبات، سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ نماز کی عملی مشق کرائیں۔

وتر کی نماز کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ہر مسلمان پر وتر کی نماز واجب ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے تمھارے اوپر ایک نماز واجب کی ہے جو لال اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے، یہ وتر کی نماز ہے جس کا وقت اللہ تعالیٰ نے عشا کی نماز کے بعد سے لے کر صبح صادق کے درمیان رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: وتر کی نماز واجب ہے، سو جو شخص وتر کی نماز نہ پڑھے وہ ہماری جماعت (مسلمانوں) میں شامل نہیں ہے۔

سوالات وجوابات

سوال: وتر کی نماز واجب ہے یا سنت؟

جواب: وتر کی نماز واجب ہے، اس کے پڑھنے کی تاکید فرض نمازوں کے برابر ہے، چھوٹ جائے تو قضا پڑھنا واجب ہے اور بلا عذر جان بوجھ کر چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔

سوال: وتر کی نماز کی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب: وتر کی تین رکعتیں ہیں۔

سوال: وتر کی نماز کی ترتیب بتاؤ؟

جواب: پہلی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت یا قرآنِ پاک کی آیت ملائیں اور دو رکعت پر قعدہ کریں اور تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جائیں، پھر تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اُٹھائیں، پھر ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھیں، پھر رکوع میں جائیں، پھر باقی نماز معمول کے مطابق پوری کریں۔

سوال: دعائے قنوت زور سے پڑھنی چاہیے یا آہستہ؟

جواب: امام ہو یا منفرد سب کو دعائے قنوت آہستہ پڑھنی چاہیے۔

سوال: دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: کوئی دعا مثلاً: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ

حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ پڑھ لینی چاہیے۔

سوال: اگر مقتدی نے پوری دعائے قنوت نہیں پڑھی تھی اور امام نے رکوع کر دیا تو مقتدی کیا کرے؟

جواب: رکوع میں چلا جائے، دعائے قنوت چھوڑ دے۔

سوال: اگر کوئی شخص عشا کی نماز سے پہلے وتر کی نماز پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: وتر کی نماز کا وقت عشا کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے؛ اس لیے عشا سے پہلے وتر کی نماز درست نہیں ہے۔

سوال: وتر کی نماز کا وقت کب تک باقی رہتا ہے؟

جواب: صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔

جس شخص کو تہجد میں بیدار ہونے کی قوی امید ہو اس کے لیے تہجد کے بعد وتر پڑھنا افضل ہے۔

تیسرا باب

سیرتِ پاک

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی)

غزوۂ اُحد؛ ماہِ شوال ۳ھ

بدر کی لڑائی میں قریش کے نامور بہادر اور بڑے بڑے سردار مارے گئے، قریش کو اس کا بہت دکھ اور غصہ تھا، مرد تو مرد عورتیں بھی لڑائی کے لیے بے چین تھیں، بدلے کی آگ نے ان کو ایک دن بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔

بدر کے فوراً بعد ہی سے لڑائی کی تیاری شروع ہوگئی تھی؛ چنانچہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ جو نفع کما کر لایا تھا وہ لڑائی کے فنڈ میں جمع کر دیا گیا تھا، اس کے بعد دن بدن یہ فنڈ بڑھتا رہا اور لڑائی کی پوری تیاری کی گئی۔

جب سارا سامان مکمل ہوگیا تو تین ہزار بہادر نوجوانوں کی فوج لے کر ابوسفیان مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا، اس لشکر میں دوسو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور سات سو زِرہ پہنے ہوئے سپاہی تھے۔

آپ ﷺ نے جب یہ خبر سنی تو نمازِ جمعہ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ مقابلہ کس طرح ہو اور کہاں ہو؟

آپ ﷺ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ عورتوں کو مدینہ منورہ سے باہر کسی محفوظ جگہ میں بھیج دیا جائے اور مرد مدینہ میں رہیں اور یہیں مقابلہ کریں؛ لیکن اکثر صحابہ، جن میں خاص طور پر وہ نوجوان پیش پیش تھے جن کو افسوس تھا کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے، ان کا اصرار تھا کہ شہر سے باہر کھلے میدان میں مقابلہ کریں۔

آپ ﷺ نے جب یہ حالت دیکھی تو آپ ﷺ مکان میں تشریف لے گئے اور ہتھیار پہنے، مکان میں تشریف لے جانے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو احساس ہوا کہ ہمارا اصرار آپ ﷺ کی مرضی کے خلاف ہے تو وہ شرمندہ ہوئے اور جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو ادب سے عرض کیا کہ: ہم آپ کی مرضی کے خلاف کوئی اصرار کرنا نہیں چاہتے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جب نبی ہتھیار باندھ لیتا ہے تو جب تک لڑائی سے فراغت نہ ہو جائے ہتھیار کھولا نہیں کرتا۔

جمعہ کی نماز کے بعد آپ ﷺ ایک ہزار مسلمانوں کو لے کر اُحد پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے، اسی وقت منافقین نے دھوکا دیا، اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر نکل گئے، اب صرف سات سو مسلمان رہ گئے، مسلمانوں نے احد پہاڑ کے پاس اپنی فوجیں اتاری، وہاں ایک طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی، ڈر تھا کہ دشمن اس طرف سے آ کر پیچھے سے حملہ نہ کر بیٹھیں؛ اس لیے آپ ﷺ نے پچاس تیر چلانے والے صحابہ کو اس پہاڑی پر بٹھا دیا اور ان کو حکم دیا کہ: ہماری جیت ہو یا ہار تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔

لڑائی کی شروعات

سب سے پہلے قریش کی طرف سے شریف گھرانے کی عورتیں دُف پر جنگی ترانے گاتی ہوئی آگے بڑھیں جس میں ابوسفیان کی بیوی ''ہندہ'' آگے آگے تھیں، اس کا باپ عتبہ بدر میں مارا گیا تھا۔

دستور کے موافق اول ایک ایک دو دو میں مقابلہ ہوا، کفار کی طرف سے ان کا جھنڈا اٹھانے والا طلحہ اپنی صف سے نکل آیا اور آواز دی کہ: جس کو مرنا ہو وہ ہمارے مقابلہ پر آئے۔

مسلمانوں کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور بڑھ کر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ دم ہی نہ لینے پایا، پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لپک کر ایک وار ایسا کیا کہ اس کا خاتمہ ہی ہوگیا۔ اب دونوں فوجیں مل گئیں اور عام جنگ شروع ہوگئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم دشمنوں کی فوج میں گھس گئے اور ان کی صفیں الٹ دیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ایک حبشی غلام جس کا نام وحشی تھا، ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے وعدہ کیا تھا کہ تو حمزہ کو شہید کر دے گا تو آزاد کر دیا جائے گا، بس وہ آزادی کے شوق میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ گیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وہاں سے گزر رہے تھے کہ اس نے ایک چھوٹا سا نیزہ اس طرح پھینکا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ناف میں گھس کر کمر سے پار ہوگیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کرنا چاہا؛ لیکن لڑکھڑا کر گرے اور روح نکل گئی۔

لڑائی کی درمیانی حالت

کفار کے جھنڈا اٹھانے والے لڑ لڑ کر قتل ہو رہے تھے، ایک گرتا تو

دوسرا آگے بڑھ کر جھنڈا اُٹھا لیتا، اس طرح نو دس بہادر قتل ہو گئے، دیر تک جھنڈا پڑا رہا، کوئی اٹھانے والا نہیں تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زبردست حملوں سے کفار کے پاؤں اکھڑ گئے، فوج میں بھگدڑ مچ گئی، اب مسلمان ان کے مال و اسباب جمع کرنے میں مشغول ہو گئے تو وہ حضرات جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑی پر حفاظت کے لیے رکھا تھا۔ اس خیال سے کہ اب فتح ہو گئی ہے، ہٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پہاڑی سے اتر آئے، ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بہت روکا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یاد دلایا؛ مگر وہ نہ رُکے۔

کایا پلٹ

خالد بن ولید۔ جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے۔ اسی تاک میں لگے تھے، جیسے ہی پہاڑی خالی ہوئی فوراً ایک دستہ کے ساتھ پہاڑی کی پیچھے کی طرف سے آکر بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

مسلمان بالکل بے خبر مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے، اچانک حملہ ہوا تو گھبرا گئے اور دونوں فوجیں آپس میں اس طرح مل گئیں کہ خود مسلمان دوسرے مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جانے لگے، اسلامی لشکر کا جھنڈا اٹھانے والے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، وہ شکل وصورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت مشابہ تھے، ان کا شہید ہونا تھا کہ کافروں نے شور مچا دیا کہ (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید ہو گئے، اس خبر نے مسلمانوں کے ہوش اڑا دیے۔

کافروں کا سارا زور حضور ﷺ کی جانب تھا، چاہتے تھے کہ کسی طرح حضور ﷺ تک پہنچ جائیں؛ لیکن چند صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے جس کی وجہ سے کفار کو موقع نہیں ملا۔

جو لوگ حضور ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر اِدھر اُدھر پھر رہے تھے اتفاق سے انھیں میں سے کسی کی نظر اچانک آپ ﷺ پر پڑ گئی اور وہ ایک دم سے چِلّا اٹھے: مسلمانو! یہاں آؤ! اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے نبی ﷺ یہاں موجود ہیں۔

یہ سن کر مسلمانوں کی جان میں جان آئی اور پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور آپ ﷺ کو بیچ میں لے لیا۔

ایک مرتبہ کافروں نے مل کر حملہ کیا اور تیروں کی بارش شروع کر دی، جاں نثار صحابہ سارے تیر اپنے اوپر لیتے رہے؛ یہاں تک کہ سات صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے، ایک بد بخت کافر۔ جس کو لوگ بہادر سمجھتے تھے۔ مجمع کو چیر کر حضور ﷺ تک پہنچ گیا اور آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ایسی تلوار ماری کہ خود کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئیں اور ایک دانت مبارک شہید ہو گیا جس کی وجہ سے چہرۂ مبارک سے خون نکلنے لگا، آپ ﷺ خون صاف کرتے جاتے تھے اور ان کی ہدایت کی دعا فرماتے تھے، سبحان اللہ کیا شانِ کریمی تھی!

اس لڑائی میں بائیس (۲۲) یا تیئیس (۲۳) کافر مارے گئے اور ستّر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے، ان میں زیادہ تر انصار تھے، شہیدوں میں

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت بڑی اہم تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کا بڑا اثر تھا، زیادہ تکلیف کی بات یہ کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔

دشمن جیت کے گیت گاتے ہوئے روانہ ہوئے؛ لیکن خطرہ تھا کہ دشمن دوبارہ پلٹ کر حملہ نہ کردیں؛ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک فوج دشمن کے پیچھے روانہ کی؛ تاکہ دشمن پلٹے تو فوراً روک تھام ہوسکے، اس فوج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ادھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہیدوں کو دفن کرنے کے انتظامات شروع فرمائے۔

اسی سال شعبان میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور اسی سال شراب حرام ہوئی۔

سوالات

① غزوۂ احد کا واقعہ کب پیش آیا؟

② پہاڑی پر تیراندازوں کو کیوں رکھا تھا؟

③ وہ کتنے تھے؟ اور ان کے امیر کون تھے؟

④ اس غزوہ میں کتنے مسلمان شہید ہوئے؟

⑤ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا تھا؟

⑥ اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا تکلیف پہنچی؟

⑦ یہ افواہ کیوں مشہور ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے؟

یہودیوں کی شرارت

تم پڑھ چکے ہو کہ مدینہ منورہ کے آس پاس یہودیوں کی آبادی تھی اور آپ ﷺ نے یہودیوں اور مسلمانوں کا معاہدہ کرا دیا تھا کہ مدینہ میں مل جل کر امن اور چین سے رہیں گے اور اپنے ملک کی حفاظت کرتے رہیں گے؛ مگر یہودی اس پر عمل کرنے کے لیے دل سے ایک دن بھی تیار نہیں تھے۔

غزوۂ بَنو قَینُقاع

سب سے پہلے بنو قینقاع نے خلاف ورزی کی؛ چنانچہ جب آپ ﷺ تھوڑے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بدر کی جنگ میں مشغول تھے تب بازار میں ایک مسلمان عورت کی بے عزتی کی اور جب ایک مسلمان نے عورت کی مدد کی تو اس کو شہید کر ڈالا۔

آپ ﷺ بدر سے واپس ہوئے تو بنو قینقاع کے لوگوں کو بلایا کہ: آپس میں صلح صفائی کرا دیں؛ مگر یہود نہیں آئے؛ بلکہ معاہدہ کا کاغذ واپس بھیج دیا اور لڑائی کا اعلان کر دیا، اور ساتھ یہ کہلا بھیجا کہ ہم قریش نہیں ہیں جن کو بدر میں تم نے ہرا دیا۔

بنو قینقاع نے جب معاہدہ کو رد کر دیا تو آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنو قینقاع تشریف لے گئے اور ان کا گھیراؤ کر لیا، یہودیوں کی بڑائی ختم ہو گئی اور مقابلہ کی ہمت کسی کو بھی نہیں ہوئی، پندرہ روز تک گھیراؤ رہا، آخر کار یہودیوں

نے ہار مان لی اور آپ ﷺ کو اختیار دیا کہ جو فیصلہ کریں ہمیں منظور ہوگا۔

آپ ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ یہاں سے سارا سامان لے کر کہیں چلے جائیں؛ چنانچہ یہ لوگ اپنا پورا سامان لے کر شام چلے گئے، یہ سات سو مرد تھے۔

غزوۂ بنونظیر

مدینہ میں یہود کا دوسرا قبیلہ بنونظیر تھا، وہ قریش کے لیے جاسوسی کا کام کرنے لگا، ظلم پر ظلم یہ کہ قریش کے اُکسانے سے غزوۂ اُحد کے بعد حضور ﷺ کو شہید کرنے کی سازش بھی کی، ٹھیک وقت پر سازش کا پتہ چل گیا، جب ہر طرف سے غداری ثابت ہوگئی تو آپ ﷺ نے چاہا کہ نئے سرے سے دو بارہ معاہدہ ہوجائے؛ مگر بنونظیر کو اپنے مضبوط قلعوں پر فخر تھا، انھوں نے دوبارہ معاہدہ کرنے سے انکار کردیا۔

آپ ﷺ نے ان کے قلعہ کا پندرہ روز تک گھیراؤ کیا، آخر بنونضیر اس فیصلہ پر راضی ہوگئے کہ جس قدر مال اور سامان اونٹوں پر لے جاسکیں لے جائیں اور مدینہ سے باہر نکل جائیں، انھوں نے چھ سو اونٹوں پر سامان لیا اور اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا اور مدینہ سے نکل کر خیبر جا کر آباد ہوگئے۔ خیبر کے یہودیوں نے ان کو اتنی عزت دی کہ بنونظیر کے سرداروں کو اپنا سردار مان لیا۔

سوالات

① مدینہ میں یہود کے بڑے بڑے کتنے قبائل تھے؟
② سب سے پہلے غداری کس قبیلے نے کی؟
③ بنونضیر کا واقعہ کب پیش آیا؟
④ بنوقینقاع کا واقعہ کب پیش آیا؟

غزوۂ خندق ۵ھ
یعنی تمام عرب کے مشرکوں کی جنگ

مدینہ طیبہ کے یہود بنونظیر مدینہ سے تو نکل گئے؛ لیکن اپنی شرارتوں سے رُکے نہیں، خیبر پہنچ کر اپنی کوششوں اور سازشوں سے سارے عرب میں فساد کی آگ لگا دی، مکہ جا کر قریش کو تیار کیا، دوسری طرف بنُو غَطَفَانْ کو اپنی آدھی پیداوار کا لالچ دے کر مسلمانوں سے لڑنے پر تیار کیا، اور دوسرے قبیلوں کو بھی جا جا کر ابھارا، اس طرح مدینہ کے قریب پہنچتے پہنچتے تمام حملہ آور فوج کی تعداد کم سے کم دس ہزار اور زیادہ سے زیادہ چوبیس ہزار ہوگئی تھی، اس لشکر میں ساڑھے چار ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے۔

کافر چاہتے تھے کہ پوری طاقت سے حملہ کر کے اسلام کے نور کو بجھا دیں؛ مگر وہ کیسے بجھاتے ، اللہ تو اس کو پورا کرنے والے تھے، وہ لاکھ تدبیریں کرتے اور ایک عرب کیا ساری دنیا کی طاقت جمع کرتے تب بھی یہ

نور بجھنے والا نہیں تھا اور ان شاء اللہ! قیامت تک بجھنے والا نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے جب یہ خبریں سنیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق یہ طے کیا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے اور مدینہ کی حفاظت کے لیے ایک خندق کھودی جائے۔

مدینہ کی تین طرف مکانوں اور کھجوروں کے باغات اور پہاڑوں کا سلسلہ تھا، صرف ایک طرف کھلا ہوا تھا، آپ ﷺ تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ شہر سے نکل کر اسی طرف خندق کی تیاری شروع کر دی۔

آپ ﷺ نے خندق کی حدیں خود قائم کیں اور دس دس گز دس دس آدمی کی جماعت پر تقسیم فرما دیا۔

یہ خندق پانچ گز یعنی پندرہ فٹ چوڑی، اور زمین سے تری نکل آئی اس قدر گہری اور ساڑھے تین میل (تین میل انگریزی: ۴ کلو میٹر، ۸۲۸ سینٹی میٹر، ۲۳۲ ملی میٹر، تقریباً پانچ کیلومیٹر) لمبی تیار کی گئی، اور صرف چھ دن میں تین ہزار مبارک ہاتھوں نے اس کو تیار کیا۔

اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم مزدوروں کی طرح کام کر رہے تھے، کئی کئی دن کی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بندھے تھے، ایک روز پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کچھ ساتھیوں نے پیٹ کھول کر دکھائے اُن پر پتھر بندھے ہوئے تھے، حضور ﷺ نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا اہٹایا تو ایک کے بجائے دو پتھر تھے۔

ایک مرتبہ سخت چٹان آ گئی، جب صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے نہ ٹوٹنے سے تنگ آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پریشانی کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے کُدال مارا تو چٹان کنکریوں کا ڈھیر بن گئی۔

دشمن پہنچ گئے، دشمنوں نے دیکھا کہ مدینہ میں ہمارا داخلہ نہیں ہوسکتا، خندق کے ذریعہ حد بندی ہوچکی ہے تو خندق کے سامنے اپنا پڑاؤ ڈالا، دشمنوں کی فوج زیادہ دیکھ کر منافقوں کے ہوش اڑ گئے، وہ جھوٹے بہانے بنا کر گھر واپس چلے گئے۔

بنو قریظہ کی غداری

مدینہ میں یہودیوں کا تیسرا قبیلہ بنو قریظہ تھا، یہ لوگ اب تک الگ تھے؛ لیکن جب دیکھا کہ سارا عرب چڑھ آیا ہے اور مسلمانوں کو سب طرف سے گھیر لیا ہے تو ان کے دلوں کی کھوٹ بھی سامنے آ گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سمجھانے کے لیے دو صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا؛ لیکن انھوں ٹھیک سے بات بھی نہیں کی اور صاف کہہ دیا کہ: ہم نہیں جانتے کہ معاہدہ کیا ہوتا ہے؟۔

مقابلہ

کفار مدینہ طیبہ کو گھیرے ہوئے تھے، شہر پر حملہ کرنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ملتا تھا، ایک طرف مسلمان تھے، دوسری طرف دشمنوں کی فوجیں

تھیں، دشمنوں کی فوجوں نے خندق کودنے کی کوشش کی؛ مگر ناکام رہے، تب دشمنوں نے پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کی؛ تاکہ مسلمانوں کو ہٹادیں، ایک دن تو ایسا بھی گذرا کہ کفار کی طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش بہت ہوئی؛ یہاں تک کہ آپ ﷺ اور مسلمانوں کو فرض نماز ادا کرنے کا بھی موقع نہیں ملا اور لگا تار چار نمازیں قضا ہوگئیں۔

اتفاق سے ایک طرف خندق کی چوڑائی کم تھی، بس اس طرف سے ایک بڑا بہادر گھوڑا کودا کر اس پار آنے لگا تو ادھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ لپکے اور ایک ہی وار میں اس کو ختم کردیا۔

دشمنوں میں پھوٹ

گھیراؤ جتنا لمبا ہوتا جاتا تھا کفار ہمت ہارتے جاتے تھے، چوبیس ہزار آدمیوں کو کھانا پہنچانا اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا آسان کام نہیں تھا، دوسری طرف دشمنوں میں پھوٹ پڑتی جاتی تھی، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس عرصہ میں کچھ لوگ مسلمان ہوگئے تھے؛ لیکن کافروں پر اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا، انھوں نے ان میں گھس کر، محبت جتا کر ان کے دلوں میں پھوٹ ڈال دی، پھر اللہ کی طرف سے ایسی آندھی آئی کہ ان کے خیمے سب اُکھڑ گئے، جو اسلام کی جڑیں اکھاڑنے آئے تھے خود ان کے پاؤں اُکھڑ گئے اور کفار لاچار ہوکر بھاگ نکلے اور میدان اللہ کے فضل سے مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

بنوقریظہ کی بدعہدی کی سزا

بنوقریظہ نے مسلمانوں سے ایسے نازک وقت میں جو غداری کی تھی ان کی سزا ان کو ملنی چاہیے تھی؛ چنانچہ حضور ﷺ نے غزوۂ خندق سے واپس آ کر ان کا گھیراؤ کیا، بنوقریظہ قلعہ میں نظر بند ہو گئے اور چاروں طرف سے ان کو مسلمانوں نے گھیر لیا، آخر انھوں نے درخواست کی کہ ہمارا فیصلہ کر دیا جائے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل بنایا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ: جو لڑنے کے قابل ہوں وہ قتل کر دیے جائیں اور باقی غلام باندی بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

دونوں جنگ میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت کم ہوا، صرف دس مسلمان شہید ہوئے؛ لیکن انصار کا سب سے مضبوط بازو ٹوٹ گیا؛ یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔ جو قبیلۂ اوس کے سردار تھے۔ زخمی ہوئے اور فیصلہ کرنے کے بعد ایک زخم کے ٹانکے ٹوٹ گئے اور خون کا فوارہ بہنے لگا، بہت کوشش کی گئی؛ مگر خون نہ رُکا؛ یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش فرمالیا۔

سوالات

① خندق کھودنے کا مشورہ کس نے دیا تھا؟

② اس جنگ میں حملہ کرنے والے دشمنوں کی تعداد کتنی تھی؟

③ مسلمانوں کی تعداد کیا تھی؟

④ بنوقریظہ کے پاس آپ ﷺ نے کس کو بھیجا تھا؟

صلحِ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان (ذی قعدہ ۶ھ)

مسلمانوں کی بڑی تمنا تھی کہ مکہ معظّمہ جا کر خانۂ کعبہ کا طواف کریں اور اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کریں؛ چنانچہ ہجرت کے چھٹے سال ذی قعدہ کے مہینے میں آپ ﷺ اپنے تقریباً ڈیڑھ ہزار ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کے ارادے سے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔

یہ ارادہ جتنا مبارک تھا اتنا ہی خطرناک بھی تھا؛ کیوں کہ مسلمان اپنے شہر سے دور دشمنوں کے علاقے میں جا رہے تھے جو اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے؛ مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ ہوئے، سب نے حاجیوں کا لباس پہنا، قربانی کے جانور ساتھ لیے اور عرب کے دستور کے مطابق ان پر نشان لگا دیے۔

قریش کی طرف سے مقابلہ کی تیاری

قریش کو جیسے ہی خبر پہنچی انھوں نے طے کر لیا کہ مسلمانوں کو مکہ نہیں آنے دیں گے اور مقابلہ کے لیے خود بھی تیار ہو گئے اور آس پاس کے لڑاکو قبیلوں کے جوانوں کو بھی بلا لیا۔

حدیبیہ میں قیام

آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ قافلہ جب مکہ کے قریب پہنچا تو آپ

ﷺ کی اونٹنی۔جس کا نام ''قصواء'' تھا۔بیٹھ گئی،لوگوں نے بہت اٹھانا چاہا؛مگر اُٹھی نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:اس کو اس اللہ نے روک لیا جس نے اصحابِ فیل کو روک دیا تھا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ:قریش جو بھی شرط پیش کریں گے۔جس میں اللہ کے حکموں کی عظمت ہوتی ہو۔میں اس کو مان لوں گا۔اس ارادے کو ظاہر کرنے کے بعد آپ ﷺ نے اونٹنی کو اُٹھایا تو فوراً اُٹھ گئی اور مکہ کی طرف روانہ ہوگئی،جب اُس مقام پر پہنچے جس کو ''حدیبیہ'' کہا جاتا تھا تو وہیں ایک چشمہ کے قریب رُک گئے۔

آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعہ مکہ والوں کے نام پیغام بھیجا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے ،ہمارا مقصد صرف بیت اللہ شریف کی زیارت ہے؛مگر کفار کسی طرح نہ مانے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا،یہاں مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے،بس پھر کیا تھا! مسلمانوں میں ایک جوش آ گیا۔

حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینا ضروری سمجھا،پھر ایک ببول کے درخت کے نیچے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک خاص عہد لیا کہ:

ہم جان دے دیں گے؛مگر مقابلے سے نہیں ہٹیں گے۔

اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں؛یعنی اللہ کی خوشی کی بیعت، قرآنِ پاک میں اس درخت اور اللہ کی خوشنودی کا ذکر ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ.

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ (ان) ایمان والوں سے خوش ہو گئے جب کہ وہ تم سے (ایک) درخت کے نیچے (جہاد میں جم کر رہنے پر) بیعت کرنے لگے۔ (از تیسیر القرآن)

صلح کی بات چیت

قریش مسلمانوں کی بہادری کا بار بار تجربہ کر چکے تھے، جب ان کو اس بیعت کی خبر پہنچی تو کچھ ہوش آیا، وہ گھبرا گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور کچھ آدمی بات چیت کے لیے بھیجے۔

آپسی بات چیت کے بعد ایک عہد نامہ تیار ہوا، اس کی مدت دس سال رکھی گئی، اس کی ایک خاص شرط یہ تھی کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں، آئندہ سال عمرہ کریں، اس معاہدہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے۔

غزوۂ خیبر

خیبر مدینہ منورہ سے تقریباً دو سو میل تھا، یہودیوں کی تمام آبادی سمٹ کر خیبر میں جمع ہو گئی تھی، یہاں ان کے قلعے تھے، بڑی بڑی حویلیاں تھیں؛ مگر دل اور دماغ میں فساد کی آگ بھڑک رہی تھی؛ اس لیے نہ خود چین سے بیٹھے اور نہ کسی کو بیٹھنے دیا، یہاں بھی مسلمانوں کے خلاف بڑی بڑی کارروائیاں کیں۔

حضور ﷺ نے ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنھوں نے حدیبیہ کے موقع پر بیعت کی تھی تیاری کا حکم دیا اور خیبر پہنچ گئے، یہودیوں نے کچھ مقابلہ کیا، پھر قلعہ میں بند ہو گئے، ایک ایک کر کے یہودیوں کے تمام قلعے مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئے، صرف ایک قلعہ ''قموص'' باقی رہ گیا جو سب سے زیادہ محفوظ قلعہ تھا، دو ہفتہ گھیراؤ رہا؛ مگر کامیابی نہیں ہوئی۔

آخر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کا نام لیتے ہوئے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور قلعے کی طرف روانہ ہوئے، قلعے میں عرب کا ایک مشہور پہلوان بھی تھا جس کا نام ''مَرْحَبْ'' تھا، جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا اور ان قلعوں میں یہودیوں کی جو فوج تھی ان کی تعداد بیس ہزار تھی۔

سب سے پہلے وہ مشہور پہلوان۔ جس کا رعب سارے عرب میں تھا۔ سامنے آیا؛ مگر شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کو ختم کر دیا، تھوڑی ہی دیر میں یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

اِس لڑائی میں ترانوے (۹۳) یہودی مارے گئے اور پندرہ (۱۵) مسلمان شہید ہوئے۔

اس کے بعد آپ ﷺ ''فَدَک'' وغیرہ کے یہود کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کے یہودیوں نے چند شرائط پر حضور ﷺ سے صلح کر لی۔

خیبر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں جو ایک

یہودی سردار کی بیٹی تھیں۔

عمرۃ القضا

گذشتہ سال صلحِ حدیبیہ کے وقت طے ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی اگلے سال آئیں گے اور مکہ میں تین روز کا قیام کریں گے اور عمرہ ادا کریں گے، اس شرط کے مطابق ذی قعدہ ۷ھ میں حضور ﷺ نے عمرہ کا اعلان فرما دیا۔

اس خبر پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت حضور ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئی، قاعدہ کے مطابق لبیک کہتے ہوئے مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا طواف کیا اور عمرہ کے تمام ارکان ادا کیے اور شرط کے مطابق مکہ میں تین روز ٹھہر کر مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔

سوالات

① خیبر مدینہ سے کتنا دور ہے؟
② خیبر کے یہود کے پاس کتنی فوج تھی؟
③ سب سے بڑے بہادر کا نام کیا تھا؟ اس کو کس نے قتل کیا؟
④ سب سے بڑے قلعے کا نام کیا تھا؟
⑤ اس قلعے کو کس نے فتح کیا؟

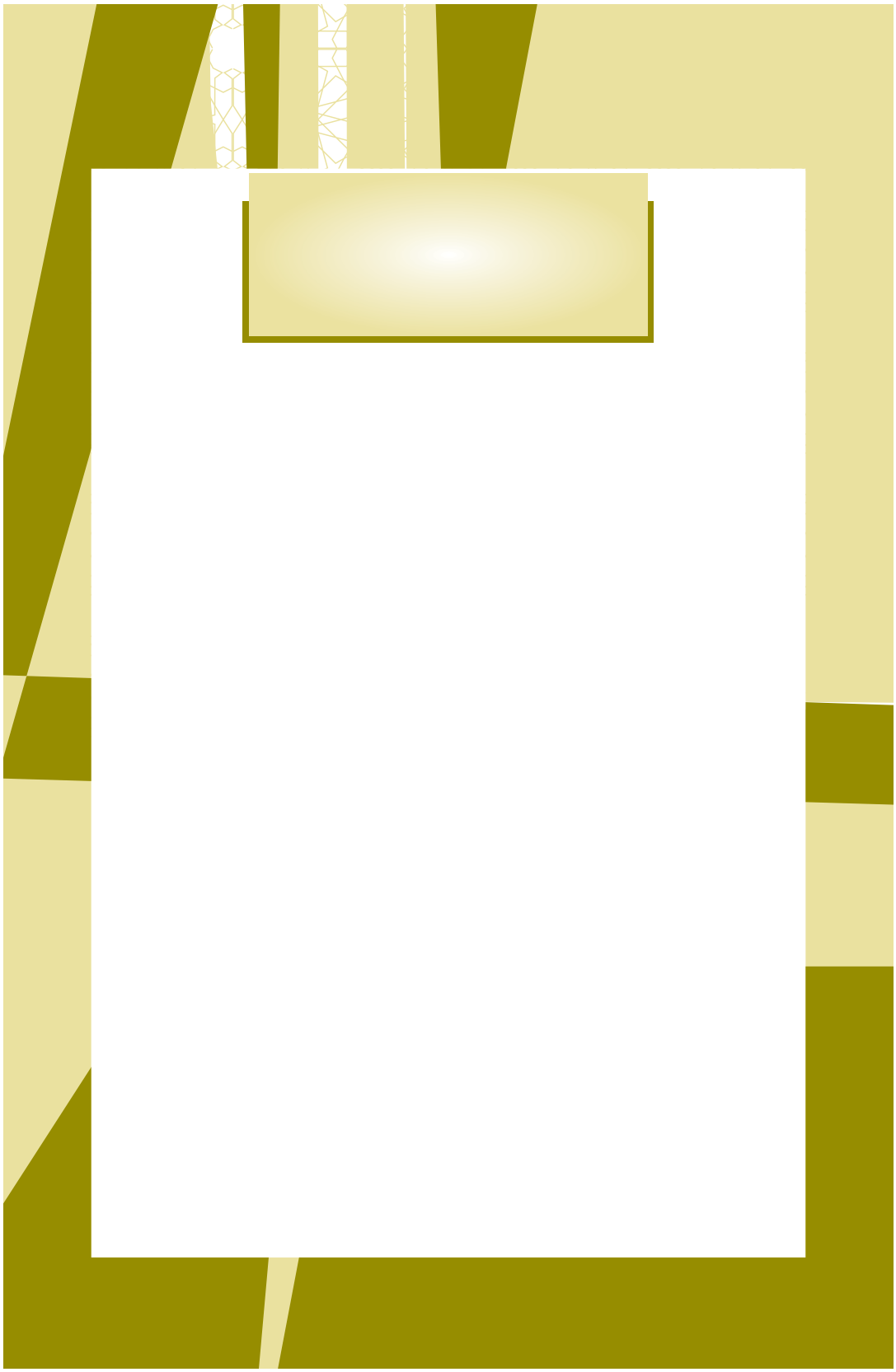

المبارک ۸ھ ان مظلوموں کے خون کا بدلہ لینے کے لیے تقریباً دس ہزار مسلمانوں کی فوج لے کر مکہ معظّمہ روانہ ہوئے۔

مکہ معظّمہ کے قریب پہنچ کر ایک جگہ قیام فرمایا، قریش کو جب اس کا پتہ چلا تو ابوسفیان کو حالت معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا، ابوسفیان نے یہاں پہنچ کر مسلمانوں کی فوج کا جوش وخروش دیکھا تو ہوش اڑ گئے اور سمجھ گئے کہ اب قریش کی خیر نہیں ہے، اب بغیر امن حاصل کیے چارہ نہیں ہے، آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اپنے لیے امان حاصل کی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو اسلامی فوج کا جوش وخروش دکھلانے کے خاطر پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے، ابوسفیان اسلامی فوج کا یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے، رعب سے آواز نہ نکلی کہنے لگے:

عباس! تمھارے بھتیجے کی بڑی شان ہے!

مکہ معظّمہ میں مسلمانوں کا شاندار داخلہ

مکہ والوں میں مسلمانوں کی فوج کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں تھی، حضور ﷺ نے مختلف راستوں سے فوج کو مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا اور خود سرکارِ دوعالم ﷺ اللہ کی حمد وثنا کرتے ہوئے نہایت عاجزی کے ساتھ حرم شریف میں داخل ہوئے اور تمام مسلمانوں کو ہدایت فرمادی کہ: کوئی قتل و غارت نہ کرے۔

عام معافی

رحمتِ عالم ﷺ نے اعلان کروادیا کہ: جو شخص ہتھیار ڈال دے، جو شخص حرم شریف میں داخل ہوجائے، جو شخص گھر کے دروازے بند کرلے، جو شخص ابوسفیان یا حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے لے اس کو امان ہے، اس کو قتل نہ کیا جائے۔ آج مکہ والوں کی ساری طاقت ختم ہوگئی، آج سچ کی فتح ہوئی، باطل مٹ گیا۔

مکہ والے حضور ﷺ کی شان میں طرح طرح کی گستاخیاں کر چکے تھے اور مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم کر چکے تھے، کون سا جرم تھا جو انھوں نے نہیں کیا تھا؟ کون سی تکلیف تھی جو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو نہیں پہنچائی تھی؟

آج مجرم کی طرح سامنے ہیں؛ مگر کس کے سامنے؟ اس کے دربار میں جو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا؛ چنانچہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مجھ سے کیا امید رکھتے ہو؟

انھوں نے عرض کیا: آپ شریف ہیں اور کریم النفس بھائی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں آج تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہا تھا کہ جاؤ! آج تم سب کی غلطی معاف ہے، تم پر نہ کوئی سزا ہوگی اور نہ کوئی ملامت اور شرمندگی، تم سب آزاد ہو، مکہ والے آپ

ﷺ کا یہ کریمانہ برتاؤ دیکھ کر حیران رہ گئے، اور ایسا اثر پڑا کہ بڑے بڑے لوگ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

اللہ کی شان! وہ خانۂ کعبہ جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اللہ کی یاد کے لیے بنایا تھا، نااہلوں نے اسے بت خانہ بنا دیا تھا، آپ ﷺ نے حرم کو اس سے صاف کیا، خانۂ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپ ایک ایک بت کی طرف اس کی نوک سے اشارہ کرتے جاتے اور وہ بُت اوندھے منہ زمین پر گر کر ٹوٹتے اور آپ ﷺ فرماتے جاتے تھے:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: حق (یعنی اسلام) آ گیا اور باطل (یعنی شرک) مٹ گیا، یقینی بات ہے کہ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ (از تیسیر القرآن)

کعبہ کی دیواروں پر جو تصویریں تھیں آپ ﷺ نے ان کو دھلوایا، پھر آپ ﷺ کعبہ میں تشریف لے گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے اوپر پہنچ کر اذان پڑھی۔

جیت کا خطبہ

آپ ﷺ نے حرم شریف میں ایک خطبہ دیا جو سیرت کی بڑی کتابوں میں موجود ہے؛ البتہ اس کے چند فقروں کا ترجمہ یہ ہے، پہلا فقرہ تھا:

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام جماعتوں کو تنہا ہرایا۔

اور فرمایا: جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون ریزی کرے، مکہ میں کسی ہرے بھرے درخت کا کاٹنا بھی جائز نہیں ہے، میں نے زمانۂ جاہلیت کی تمام رسموں کو پاؤں کے نیچے مسل دیا ہے؛ البتہ کعبہ کی دربانی اور زم زم پلانے کی خدمت بدستور باقی رہے گی۔

اس کے بعد فرمایا: اے قریش جاہلیت کا غرور، نسب کا گھمنڈ سب اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا، تمام آدمی آدم کی نسل ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! میں نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو؛ لیکن اللہ کے نزدیک شرافت میں بڑھا ہوا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہو۔ سود حرام اور جتنے سودی مطالبے آج تک تھے سب ختم۔

اس خطبے سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پہاڑ پر جا کر بیٹھے اور لوگوں سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی بیعت لینے لگے اور سب کے لیے خود استغفار کرتے رہے۔

مکہ فتح ہونے کے بعد قریش آہستہ آہستہ خوشی خوشی ایمان لانے لگے؛ یہاں تک کہ کچھ ہی دنوں میں اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

آپ ﷺ پندرہ روز مکہ میں رُکے، پھر ''حنین'' تشریف لے گئے اور حضرت عَتّاب بن اُسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا گورنر بنایا۔

غزوۂ حُنَین وطائف

طائف ایک پہاڑ ہے، یہاں پر قبیلۂ ثقیف آباد تھا، طائف اور مکہ کے بیچ ایک میدان کا نام ''حنین'' تھا، یہاں قبیلہ ''ہوازِن'' آباد تھا، ثقیف اور ہوازن عرب کے مشہور قبیلے تھے، تیر چلانے میں ان کو ایسی مہارت تھی کہ پورے عرب میں ان کا جواب نہیں تھا۔

مکہ معظّمہ فتح ہوا اور اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو ان کا غرور جوش مارنے لگا کہ ہمارے ہوتے ہوئے مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوجائے؟ اس لیے انھوں نے مسلمانوں پر حملہ کی تیاری شروع کردی۔

ہوازن کے قبیلہ کے سرداروں نے ایک بڑی فوج حنین کے میدان میں اتاری، آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو شوال ۸ھ میں بارہ ہزار مسلمانوں کی فوج کے ساتھ میدان میں پہنچ گئے، اس فوج میں نومسلم بہت تھے جن کے دلوں میں ابھی ابھی ایمان کا نور داخل ہوا تھا۔

ہوازن کے لوگ چوں کہ پہلے پہنچ گئے تھے اس لیے انھوں نے میدان میں سب سے اچھی جگہ مورچہ بنالیا تھا اور راستے میں تیر چلانے والوں کو بٹھادیا تھا کہ مسلمان آئیں تو راستے ہی میں ان کو روک دیں۔

مسلمانوں کا لشکر بے فکری میں آگے بڑھ رہا تھا، ان کو خیال ہی نہ ہوا کہ دشمن گھات میں ہے؛ یہاں تک کہ ٹھیک اس جگہ پہنچ گئے جس کے آس پاس دشمن کے تیر چلانے والے تاک میں بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے تیروں کی بارش شروع کردی، اچانک حملے سے ایک دفعہ مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے اور جو شیلے نوجوان جو آگے آگے تھے گھبرا کر پیچھے ہٹے، اُن کے ہٹنے سے اسلامی فوج تتّر بتّر ہوگئی، صرف ہمارے نبی ﷺ اور کچھ صحابی میدان میں رہ گئے، اس وقت لوگوں کو حضور ﷺ کی بہادری کا اندازہ ہوا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت بلند تھی، انھوں نے جب یہ حالت دیکھی تو للکارا:

انصار! کہاں جاتے ہو؟

تم نے جان دینے کی بیعت کی ہے!

مہاجرین! کیوں سمٹ گئے؟

بیعتِ رضوان والوں کہاں ہو؟

یہ سننا تھا کہ تمام اسلامی سپاہی پلٹ پڑے اور میدان میں اس جوش سے بڑھے اور ایسا سخت حملہ کیا کہ کفار کے قدم اکھڑ گئے اور تھوڑی دیر میں میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں آگیا اور ہوازن والے بھاگ کر طائف میں جمع ہوگئے، جہاں پر قبیلۂ ثقیف رہتا تھا۔

طائف کا گھیراؤ

حنین سے ہار کر لوگ طائف میں جمع ہو گئے اور جنگ کی تیاری کر رہے تھے، ان کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور اس میں لڑائی کا سامان بھی بھرا پڑا تھا، مسلمانوں نے کئی بار قلعہ پر حملہ کیا؛ لیکن قلعہ کسی طرح فتح نہیں ہوا، لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ: دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ:

اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے دے۔ چنانچہ کچھ ہی وقت میں ثقیف والے خود بخود حاضر ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔

غنیمت کے مال کی تقسیم

یہاں مسلمانوں کو بہت سارا مال اور جانور ملے، کامیابی کے بعد کئی روز تک آپ ﷺ نے انتظار کیا کہ ہوازن والے آ کر بات کریں تو جو کچھ چھوڑ گئے ہیں وہ سب ان کو واپس کر دیا جائے؛ لیکن جب ان لوگوں کی طرف سے کوئی خبر نہ ملی تو آپ ﷺ نے دس بارہ روز کے بعد مالِ غنیمت کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا۔

حضور ﷺ نے غنیمت کے مال میں سے قریش کے نومسلموں کو بہت کچھ عطا فرمایا، اس طرح ان کے دلوں میں محبت اور خیر خواہی کے چمن لگا دیے گئے۔ انصار کو یہ خیال ہوا کہ یہ وطن کے لوگ ہیں، آپ ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا: اے انصار! کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے

جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے جاؤ؟

انصار یہ سن کر خوشی خوشی چیخ اٹھے، کہنے لگے: ہم تو یہی چاہتے ہیں، بس آپ ﷺ ہم کو مل گئے، اب ہم کو کچھ نہیں چاہیے۔

سوالات

① جنگِ حنین پیش آنے کا سبب کیا تھا؟

② جنگِ حنین کے شروع میں مسلمانوں کے قدم کیوں اکھڑ گئے؟

③ طائف کا قلعہ فتح ہونے کے لیے آپ ﷺ نے کس طرح دعا فرمائی؟

اسلام کا پہلا حج (ذی الحجہ ۹ سنہ ھ)

۹ سنہ ھ میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین سو (۳۰۰) مسلمانوں کی جماعت مکہ معظّمہ حج کے لیے روانہ فرمائی، مکہ معظّمہ پہنچ کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی طرف سے اعلان کیا کہ: اب کوئی کافر بیت اللہ شریف میں قدم نہ رکھے اور کوئی شخص ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

حضور ﷺ کا پہلا اور آخری حج

مکہ فتح ہونے کے بعد اسلام دنیا میں پھیل رہا تھا، لوگ ہر طرف سے وفد کی صورت میں آتے تھے اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ نازل فرمائی جس سے پتہ چل گیا کہ اب آپ ﷺ دنیا میں چند ہی روز تشریف رکھیں گے؛ چوں کہ نبوت اور رسالت کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا اور جس دین کو حضور ﷺ لے کر آئے تھے وہ مکمل ہو چکا، اللہ کے سارے احکام پہنچا دیے گئے، ان پر عمل کرا دیا گیا؛ لیکن ایک فرض باقی رہ گیا؛ یعنی بیت اللہ کا حج، اس پر عمل کرانا باقی ہے؛ چنانچہ ذی قعدہ ۱۰ھ میں حج کا اعلان فرما دیا۔

ذی قعدہ کی ۲۶/ تاریخ سنیچر کے روز آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: دائیں، بائیں، آگے، پیچھے جہاں تک نظر پہنچتی تھی بس آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے، حضور ﷺ جب لبیک کہتے تو ساتھ ساتھ تمام مسلمان بھی لبیک کہنے لگتے تو راستے کی تمام پہاڑیاں گونج اُٹھتی تھیں۔

یہ نورانی قافلہ جس کی تعداد تقریباً سوا لاکھ تھی، ذی الحجہ کی ۴/ تاریخ اتوار کے دن مقدس سرزمین مکہ معظّمہ پہنچ گیا، مکہ معظّمہ پہنچ کر آپ ﷺ نے طواف کیا، مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی، پھر صفا مروہ پر تشریف لے گئے اور اپنا عمرہ مکمل کیا۔

پھر آٹھویں ذی الحجہ کو آپ ﷺ تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ تشریف لے گئے، دوسرے دن نویں ذی الحجہ کو صبح فجر کی نماز پڑھ کر آپ ﷺ عرفات تشریف لے گئے۔

عرفات کے میدان میں آپ ﷺ کا آخری خطبہ

نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں تقریباً سوا لاکھ صحابہ کے مجمع میں رسالت ونبوت کے تاج دار حضرت محمد ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سے ایک خطبہ دیا، جو سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، چند جملوں کا ترجمہ یہ ہے:

فرمایا: اے لوگو! میری بات کان لگا کر سنو، نہیں معلوم کہ آئندہ سال میں تم سے ملوں یا نہ مل سکوں، تم اس وقت میری بات غور سے سنو، دیکھو! تمھارا ایک معبود ہے اور تم ایک باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، سب مسلمان بھائی بھائی ہیں، کسی کو کسی پر بڑائی نہیں، ہاں! مگر جن کے اعمال نیک ہوں۔

اور سنو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، تم دونوں کا ایک دوسرے پر حق ہے۔

اور دیکھو! غلاموں پر ظلم نہ کرنا۔

اور یاد رکھو! تمھارا خون اور تمھارا مال ایک دوسرے پر حرام ہے، میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔

سن لو! تم کو خدا کے حضور میں حاضر ہونا ہے جہاں تم سے تمھارے اعمال کے متعلق پوچھ ہوگی۔

دیکھو! میں تم میں دو باتیں چھوڑ کر جاتا ہوں جس کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہ ہوؤ گے بشرطیکہ مضبوطی سے پکڑے رہو، وہ ہیں اللہ کی کتاب اور

میری سنت۔

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمھارے بعد کوئی امت نہیں، کیا تم سنتے نہیں؟ دیکھو! اگر تم پر ایک حبشی غلام بھی سردار ہو اور تم کو اللہ کی کتاب کے مطابق حکم دے تو اس کی اطاعت کرنا۔

لوگو! سنو، اپنے رب کی عبادت کرنا، پانچوں وقت کی نماز اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور میرے حکموں پر عمل کرنا، یہ فرما کر آپ ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! کیا میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پورا پورا پہنچا دیا؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: بے شک! آپ نے پورا پورا پیغام پہنچا دیا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میرا پیغام دوسروں کو پہنچا دیں۔

اس موقع پر دین کے مکمل ہونے کی خوش خبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا .

ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین (ہر طرح سے) مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت میں نے پوری کر دی اور میں نے تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کیا۔ (از تیسیر القرآن)

خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا فرمائی، پھر حج کے تمام ارکان ادا فرما کر ۱۴ر ذی الحجہ کو صبح کی نماز کعبہ میں پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

بیماری کی شروعات

مکہ معظّمہ سے واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکِ شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا، یہ لشکر مدینہ طیبہ سے کچھ ہی دور گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت ناساز ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۸ر صفر منگل کی رات کو مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع تشریف لے گئے، وہاں مُردوں کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

جب وہاں سے واپس ہوئے تو سر مبارک میں درد تھا، پھر بخار ہوگیا، بخار اس قدر بڑھ گیا کہ بخار کی گرمی کی وجہ سے کمبل بھی گرم ہو رہا تھا، یہ دن ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری میں بھی باری کا خوب خیال رکھتے تھے؛ لیکن جب طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو سب کی خوشی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں تشریف لے آئے۔

جب تک طاقت رہی برابر نماز کے لیے مسجد تشریف لے جاتے رہے؛ لیکن جب کمزوری بڑھ گئی، نماز کے لیے جانا مشکل ہوگیا تو کچھ نمازیں گھر

میں ادا فرمائی اور مسجدِ نبوی میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے امامت کی۔

وفات اور آخری خطبہ

وفات کے چار روز پہلے طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر سہارا دے کر مسجد تشریف لائے، جماعت کھڑی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے پیچھے ہٹنا چاہا؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ سے منع فرمایا۔

نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختصر خطبہ دیا، فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہے وہ دنیا میں رہے یا آخرت کا گھر پسند کرلے، سو اس بندے نے اللہ کے پاس جانا ہی قبول کیا، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے؛ اس لیے کہ وہ سمجھ گئے کہ یہ بندے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

پھر فرمایا! سنو: انصار مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، میں تم کو وصیت کرتا ہوں تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دیکھو! جو چیزیں میں نے حلال کی وہ اللہ ہی کے حکم سے حلال کی اور جو چیزیں حرام کی وہ اللہ ہی کے حکم سے حرام کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لے آئے۔

دنیا سے رخصتی کا دن

پیر کا دن تھا، ظاہر میں طبیعت کچھ ہلکی تھی، حجرۂ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا،

صبح ہوگئی تھی، آپ ﷺ نے پردہ ہٹا کر جماعت کا منظر دیکھا، مسلمانوں کو نماز میں دیکھ کر خوشی سے مسکرا دیئے، لوگ سمجھے کہ آپ ﷺ تشریف لانا چاہتے ہیں تو اس قدر خوشی ہوئی کہ بے قابو ہو گئے، قریب تھا کہ نمازیں توڑ دیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا بھی چاہا؛ مگر آپ ﷺ نے اشارہ سے منع فرمایا اور فوراً چہرہ مبارک اندر کرلیا۔

پھر بیماری بڑھتی گئی، بار بار بے ہوشی طاری ہوجاتی تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی یہ تکلیف نہ دیکھی گئی، کہنے لگیں: میرے ابا جان! آپ کو کتنی تکلیف ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: آج کے بعد تمھارے ابا کو کبھی بے چینی نہیں ہوگی۔

آپ ﷺ بے چینی میں زبان مبارک سے یہ ارشاد فرمارہے تھے کہ: اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے پیغمبر کی قبروں کو سجدہ کی جگہ بنالیا (مطلب یہ کہ تم ایسا نہ کرنا)۔

کبھی ارشاد فرماتے: دیکھو! نماز کبھی نہ چھوڑنا اور غلاموں سے نیک برتاؤ کرنا۔

دوپہر کے وقت تکلیف بڑھ گئی، آپ ﷺ نے مسواک فرمائی، پھر روح مبارک نے اپنے خالق و مالک کی طرف رخ کیا، محبوبِ حقیقی کو یاد کیا اور اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کہتے ہوئے آخرت کی طرف روانہ ہوگئے۔

یہ ایک ایسی مصیبت تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ دنیا کو پہلی مرتبہ دیکھنی پڑ رہی تھی، دنیا نے نہ کبھی ایسے رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین دیکھے تھے، نہ ان کی جدائی سے عالم کو اُداس ہونا پڑا تھا۔ مسجدِ نبوی میں کہرام مچا تھا، مدینہ طیبہ کی گلی کوچوں سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، ہر شخص بے قابو تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمرہ میں تشریف لائے اور چہرۂ انور سے چادر اٹھا کر چہرہ مبارک کی زیارت کی، پھر مسجد میں آ کر لوگوں کو قرآنِ پاک کی چند آیات سنا کر صبر کی ہدایت کی جس سے لوگوں کو کچھ سکون ہوا۔

غسل اور کفن دفن

حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا اور تین سفید کپڑوں میں کفنایا گیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے الگ الگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمرہ میں جا کر نمازِ جنازہ ادا کی اور یہ سلسلہ منگل کی شام تک چلتا رہا، منگل کی رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تھی دو عالم کے بادشاہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پردہ میں کر دیا گیا، گویا نورانی جسم کو قبرِ اطہر میں محفوظ کر دیا گیا۔

سنہ ۱۱ھ پیر کا دن، ربیع الاول کی بارہ تاریخ، ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت، عمر شریف کے تریسٹھ سال پورے ہو رہے تھے۔

سوالات

① سنہ ۹ ھ میں کتنے مسلمانوں نے کس کے ساتھ حج کیا؟
② حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حج میں کس بات کا اعلان کیا؟
③ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں کتنے حج فرمائیں؟
④ آخری حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کتنے صحابہ تھے؟
⑤ آخری حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے کب روانہ ہوئے؟
⑥ مکہ کس تاریخ کو پہنچے؟ کس تاریخ کو مدینہ واپس ہوئے؟
⑦ بیماری کی ابتدا کس تاریخ سے ہوئی؟
⑧ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے غسل دیا؟
⑨ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ کیسے پڑھی گئی؟
⑩ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں دفن کیا گیا؟
⑪ کس دن انتقال ہوا؟ اس دن کونسی تاریخ تھی؟
⑫ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری بیماری میں مسجدِ نبوی میں کس نے نماز پڑھائی؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

چوتھا باب

اخلاق و آداب

غیبت اور بہتان

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: بتاؤ! غیبت کسے کہتے ہیں؟

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہی فرمائیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے اپنے بھائی کی کوئی ایسی بات بیان کرنا جو اس کو پسند نہ ہو۔

ایک صحابی نے دریافت کیا: یارسول اللہ! اگر وہ بات اس میں موجود ہو، مثلاً اس کو جھوٹ بولنے کی عادت ہے اور پیٹھ پیچھے اس کو جھوٹا کہا جارہا ہے تو یہ بھی غیبت ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: یہی تو غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تم نے بیان کی تو یہ بہتان ہو گیا۔

یاد رکھو! پیٹھ پیچھے کسی کی کوئی ایسی بات بیان کرنا کہ اگر وہ سن لے تو ناراض ہو، غیبت کہلاتا ہے، مثلاً کسی کی غیر حاضری میں اس کو چور کہا اور حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ غیبت جب کہلائے گی جب وہ واقعی چور ہو، اگر یہ بات اس میں نہیں ہے تو اس صورت میں دو گناہ ہو گئے، ایک غیبت کا اور ایک بہتان کا۔

یہ بھی یاد رکھو! جس طرح پیٹھ پیچھے زبان سے کوئی ایسی بات کہنا جو اس کو برا لگے ''غیبت'' ہے ایسے ہی اس کی نقل اتارنا یا اشارہ سے کوئی بُرائی ظاہر

کرنا بھی غیبت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ باتیں کر رہی تھیں، باتوں باتوں میں ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر آ گیا جو نیچے قد والی یعنی ٹھگنی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ٹھگنی تو نہیں کہا؛ البتہ اشارہ کر کے اس عیب کو ظاہر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً تنبیہ کی اور فرمایا:

تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ڈال دیں تو سمندر بھی گندا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں غیبت کی مثال ایسی دی ہے ''گویا تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو'' جس کا خیال بھی برا لگتا ہے، اسی طرح غیبت کے خیال سے بھی گھِن کرنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: آگ جو اثر سوکھی گھاس میں کرتی ہے اس سے زیادہ غیبت کرنے والے کی نیکیوں میں غیبت اثر کرتی ہے۔

عقلمندوں نے کہا ہے: ایسے شخص سے دوستی مت کرو جسے غیبت کی عادت ہو۔ ظاہر ہے جو دوسروں کی بُرائی ہمارے سامنے کر رہا ہے وہ ہماری بُرائی بھی دوسروں کے سامنے بیان کرے گا۔

مسئلہ: غیبت حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ جس طرح مسلمان کی غیبت منع ہے ایسے ہی غیر مسلم کی غیبت کرنا بھی منع ہے۔

چغل خوری کی برائی

چغلی: جھوٹی سچی باتیں بنا کر ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کو چغلی کہتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو چغل خور کہتے ہیں۔ چغل خور اِدھر کی باتیں اُدھر کرتا ہے؛ تاکہ دونوں میں فساد اور جھگڑا پیدا کر دے۔

یہ ایسی بری عادت ہے کہ اس سے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں، آپس کے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں؛ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ .

دوسری روایت میں ہے: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ.

ترجمہ: چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

حضور ﷺ نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا: دیکھو! میں ایسی چیز بتاتا ہوں جس کا درجہ نفل نماز، روزہ، صدقہ اور خیرات سے بھی بڑھا ہوا ہے، وہ کیا چیز ہے؟ وہ ہے ''اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْن'' یعنی آپس کی خرابیوں کو دور کرنا اور دلوں کا میل دور کر کے ملاپ کی کوشش کرنا۔

پھر ارشاد فرمایا: یاد رکھو! ''اِفْسَادُ ذَاتِ الْبَیْن'' یعنی آپس کے تعلقات میں بگاڑ پیدا کرنا؛ گویا اُسترہ ہے جو بالوں کو نہیں ایمان کو مونڈ ڈالتا ہے۔

پیارے بچو!

بڑوں کی عزت، ساتھیوں کا ادب، اپنوں اور پرایوں کے ساتھ اچھا

سلوک، اللہ کی مخلوق کی خدمت، ہر ایک کے کام آنا، ہر ایک کا بھلا چاہنا، اور ہر ایک سے بھلائی کرنا، اسلام اور ایمان کی شان ہے۔

بدگمانی کی برائی

اللہ پاک نے قرآنِ شریف میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ .(الحجرات:۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو؛ کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوا کرتے ہیں۔ (از تیسیر القرآن)

چوں کہ بدگمانی بہت سی بُرائیوں کی جڑ ہے؛ اس لیے اس سے سختی سے روکا گیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ آدمی جیسا خود ہوتا ہے ایسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے، اچھا آدمی دوسروں کو بھی اچھا سمجھتا ہے اور جس میں خود کھوٹ ہوتی ہے وہ دوسروں کو بھی کھوٹا سمجھتا ہے، جیسے ایک آدمی خود غرض ہے جس کے سامنے ہر وقت اور ہر موقع اپنی دنیوی غرض رہتی ہے اور ہر وقت وہ اپنا نفع ہی تلاش کرتا ہے وہ قوم کے سچے خادموں کے بارے میں بھی یہ ہی خیال رکھتا ہے کہ ان کی ساری کوشش کسی لالچ یا غرض کی خاطر ہے۔

دیکھو! کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایک آدمی اللہ کے لیے کام کرے اور اللہ کی مخلوق کی ہمدردی میں قربانیاں پیش کرے اور ہم یہ سمجھیں کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے

اپنی غرض کے لیے کر رہا ہے۔

مکہ کے کافر اسی وجہ سے ایک عرصہ تک ایمان سے محروم رہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کسی اپنی غرض کے لیے ہے، ہمارے لیے نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے بدگمانی سے بچنے کی تاکید فرمائی اور اچھا گمان رکھنے کی تعلیم دی؛ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: بدگمانی سے بچو؛ اس لیے کہ بدگمانی بہت بُرا جھوٹ ہے۔

دیکھو! بدگمانی کو جھوٹ سے بھی برا بتایا ہے۔

ایک مثال:

ہم نے رمضان المبارک میں دن میں کسی مسلمان کو کسی ہوٹل سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تو یہ گمان بھی کر سکتے ہیں کہ یہ شخص روزے دار نہیں ہے؛ بلکہ ہوٹل سے کھانا کھا کر نکلا ہے، پھر ہم کسی کو یہ بات بتائیں کہ فلاں شخص روزے نہیں رکھتا، میں نے اس کو رمضان میں ایک دن ہوٹل سے کھا کر نکلتے دیکھا، یہ بدگمانی ہے، اسی کو ہمارے نبی ﷺ نے بہت بُرا جھوٹ کہا ہے۔ یہاں ہم یہ گمان کر سکتے ہیں کہ یہ شخص اپنے کسی کام سے آیا ہوگا یا شام کے لیے افطاری کے کھانے کا آرڈر (order) دینے آیا ہوگا تو یہ اچھا گمان ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ عبادت ہے۔

ہدایت: اساتذہ دیگر مثالوں سے حسنِ ظن کی حقیقت سمجھائیں۔

جاسوسی کرنے کی برائی

بدگمانی کرنے والا خود بُرا ہے؛ اس لیے اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ دوسروں میں بھی بُرائی اور عیب دیکھنا چاہے گا اور جب کوئی عیب نظر نہیں آئے گا تو وہ عیب کی تلاش میں رہے گا۔

یاد رکھو! دوسروں کے عیب اور دوسروں کی بُرائی کی تلاش کرنے کا نام تَجَسُّس (جاسوسی کرنا) ہے، اللہ پاک نے اس سے منع فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: تم لوگوں کے عیب کی تلاش میں مت رہو؛ کیوں کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کمزوریوں کے پیچھے رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی کھوج میں رہیں گے اور جس کی کمزوریوں کی کھوج میں اللہ تعالیٰ ہے ظاہر ہے کہ وہ اس کو رسوا کر دے گا؛ چاہے کتنی ہی چھپانے کی کوشش کرے۔

پیارے بچو! خوب یاد رکھو!

اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، اور گناہوں سے پاک صرف انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے علاوہ خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو کوئی نہ کوئی کمزوری اس میں ہوتی ہے، پس یہ کھوٹے دل والا بدگمان آدمی اس کمزوری کو پکڑ لیتا ہے اور اسی کو اچھالنا شروع کر دیتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کو بھی بعض لوگ بُرا ماننے لگتے ہیں اور اُس عالم کی ہدایت پر چلنے

سے عوام کو جو فائدہ ہوسکتا تھا اس میں فرق آجاتا ہے۔

یاد رکھو! کسی عالم یا نیک آدمی کی غیبت بہت بُری چیز ہے، اس کے پاس علم ہے، اللہ پاک اس کو توبہ کی توفیق دے دیں گے اور اس کا گناہ معاف ہوجائے گا؛ لیکن اس کی غیبت کرنے والے اور اس کے عیب کو اُچھالنے والے ذلیل ہوں گے۔

یاد رکھو! بُرا آدمی ہمیشہ لوگوں کی بُرائیاں ہی تلاش کرے گا، وہ کسی کی اچھائی کی قدر نہیں کرسکتا، خنزیر ہمیشہ پاخانہ اور گندگی کی تلاش میں رہتا ہے، وہ باغوں میں پھولوں اور اس کی خوشبو کو تلاش نہیں کرتا۔

بھلے آدمیوں کی بھلائیوں اور خوبیوں کی قدر کرو، غلطیوں کو جانے دو، اس سے مسلمانوں میں جوڑ ہوگا۔

صلہ رحمی کی فضیلت

یہ دو لفظ ہیں: ① صلہ۔ ② رَحِم۔

صلہ کے معنی جوڑنا اور رحم قرابت اور رشتہ کو کہتے ہیں۔

رشتہ داروں سے رشتہ جوڑے رکھنا اور ان سے اچھا سلوک کرنا صلہ رحمی ہے اور رشتہ داروں سے رشتہ توڑے؛ یعنی ان کے ساتھ بُرا سلوک کرے اس کو قطع رحمی کہتے ہیں۔

اسلام میں رشتے داروں سے رشتہ جوڑے رکھنے کی بہت تاکید کی گئی

ہے؛ کیوں کہ اس سے محبت بڑھتی ہے، دولت میں ترقی اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

رحم کو میں نے اپنے نام رحمٰن سے بنایا ہے، پس جو شخص رحم کو یعنی رشتہ کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو رشتہ کو توڑے گا میں اس کو توڑوں گا۔

رشتے داروں سے قطع تعلق کی بہت سخت ممانعت فرمائی گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ.

رشتے داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں نہ جا سکے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہو جو رشتے داروں سے بُرا سلوک کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل نہیں ہوگی۔

نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اس شخص کو اچھا سلوک کرنے والا نہیں کہا جائے گا جو بدلہ لے؛ بلکہ اچھا سلوک کرنے والا وہ ہے جو توڑنے والے سے جوڑے اور بُرے سلوک کے بدلے میں اچھا سلوک کرے۔

اگر رشتے دار کافر اور مشرک بھی ہوں تب بھی مسلمان کا کام یہی ہے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بہت ہی عمدہ کپڑے کا جوڑا دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ اپنے بھائی کے پاس بھیج دیا

مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

حسنِ سلوک کی صورتیں

① رشتے داروں کی خوشی اور غمی میں شریک رہو، کام کاج میں ہاتھ بٹاؤ۔

② مال سے امداد کرو، اگر وہ قرض مانگیں تو حیلہ بہانہ ہرگز نہ کرو، جہاں تک ممکن ہو قرض دے کر اس کی امداد کرو۔

③ اچھا سلوک کر کے احسان نہ جتاؤ۔

④ رشتہ داروں کی عزت اپنی عزت اور ان کی ذلت اپنی ذلت سمجھو۔

⑤ بڑوں کی تعظیم، چھوٹوں پر مہربانی اور برابر والوں سے دوستی اور محبت کا برتاؤ رکھو۔

حسنِ سلوک کی برکتیں

رشتے داروں سے حسنِ سلوک کی برکتیں یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

② یہ شخص جنت کا مستحق ہوتا ہے۔

③ آپس میں محبت بڑھتی ہے۔

④ عمر اور رزق میں برکت ہوتی ہے۔

⑤ مصیبتیں اور آفتیں ٹلتی ہیں۔

⑥ لوگوں میں عزت بڑھتی ہے۔

اس کے برخلاف رشتے داروں سے بدسلوکی کا وبال یہ ہے کہ اللہ ناراض ہوتے ہیں، ایسا شخص جنت سے محروم ہوتا ہے، اس کی کمائی اور عمر میں برکت نہیں ہوتی اور وہ لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

ملاقات کے آداب

کسی کے گھر ملاقات کے لیے جانے کے آداب

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے یہاں ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ کے باہر ایک کنارہ پر کھڑے ہو کر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ .

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اندر سے بالکل آہستہ سے فرمایا:

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ .

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے تھے، قیس ان کا نام تھا، انھوں نے اپنے والد سے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں، بُلا لیجیے!

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چپ رہو، کچھ اور سلام فرمانے دو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام بہت بڑی دولت ہے، یہ دولت جتنی بھی زیادہ ہو برکت ہی برکت ہے۔

حضور ﷺ نے دوبارہ وہیں کھڑے ہو کر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ .

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پھر آہستہ سے جواب دیا۔

حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ اُسی جگہ کھڑے ہو کر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ .

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس مرتبہ بھی آہستہ سے جواب دیا۔

جب تین دفعہ سلام کر لیا اور اندر سے جواب نہیں ملا تو آپ ﷺ واپس ہونے لگے۔

تب حضرت سعد رضی اللہ عنہ دوڑے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر جان قربان میں آپ ﷺ کے سلام سنتا رہا؛ مگر دل چاہتا تھا کہ آں حضرت ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ دعا ہمارے لیے بار بار ہو، حضور اِس سے بڑھ کر خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت والا بار بار فرمائیں کہ تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور! انسان کا شوق کچھ گستاخ ہوا کرتا ہے، یہ گستاخی اسی شوق میں ہوئی ہے، گستاخی معاف فرمایئے اور غریب خانے کو رونق بخشیے۔

آپ ﷺ اندر تشریف لائے، گرمی کا موسم تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اجازت ہو تو پانی رکھ دوں، حضرت غسل فرمالیں۔

آپ ﷺ نے غسل فرمایا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک زعفرانی رنگ کی چادر پیش کی، آپ ﷺ نے اس کو پہن لی۔

غسل کھانے سے باہر تشریف لائے اور دعا فرمائی: اے اللہ! اس گھر پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کھانا پیش کیا، آپ ﷺ نے کھانا کھایا، تھوڑی دیر بعد جب آپ ﷺ واپس ہونے لگے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی گھوڑی سواری کے لیے پیش کی اور گھوڑی کی پیٹھ پر ایک لال چادر ڈال دی، آپ ﷺ سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے قیس سے فرمایا کہ: ساتھ جاؤ۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ سواری کے ساتھ ساتھ چلے، چند قدم چلے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی سوار ہو جاؤ۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے معذرت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا سوار نہیں ہوتے ہو تو واپس ہو جاؤ، قیس رضی اللہ عنہ نے سلام عرض کیا اور واپس ہو گئے۔

دیکھو! اِس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں، انھیں سمجھو اور یاد رکھو اور اُن پر عمل کرو۔

حدیثِ پاک میں مہمان کے لیے ہدایات

① معلوم ہوا کہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ''

دعا ہے، جب بھی ایک مسلمان کی دوسرے سے ملاقات ہو یا کسی کے گھر جانا ہو تو اسلامی طریقہ یہ ہے کہ یہ دعا دو۔

② دعا عبادت ہوتی ہے تو سلام کرنا اور اس کا جواب دینا عبادت ہے۔

③ سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

④ اجازت حاصل کرنے کا طریقہ اسلام نے یہ بتایا ہے کہ دروازے کے ایک طرف کھڑے ہو کر کہو: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ'' کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں؟

⑤ اگر تین دفعہ اجازت لینے کے بعد بھی اندر سے اجازت نہ ملے تو واپس ہو جاؤ اور بُرا ہرگز نہ مانو۔

⑥ اجازت لیتے وقت آڑ میں کھڑے ہو، ایسی جگہ نہ کھڑے ہو کہ اندر سے سامنا ہو، اندر جھانکنا بہت بُری بات ہے، حدیث شریف میں اس سے سختی سے روکا ہے۔

⑦ جس کے یہاں تم گئے ہو اگر اُس سے محبت اور شوق کے جذبہ سے کوئی بات تمھاری شان کے خلاف ہو جائے تو اُس کو بُرا نہ مانو؛ بلکہ ان کے جذبہ کی قدر کرو۔

چند باتیں اور ہیں جن کی تعلیم ہمارے آقا ﷺ نے دی ہے:

⑧ اگر اندر سے پوچھا جائے ''کون'' تو یہ مت کہو ''میں'' وہ کیا جانے ''میں'' کون ہے؟ بلکہ اپنا نام بتاؤ۔

⑨ چاہے کیسا ہی دوست ہو روزانہ اس کے پاس مت جاؤ؛ بلکہ کچھ دن چھوڑ کر جاؤ، اس سے محبت بڑھے گی۔

ملاقات کے آداب میں چند باتیں علما نے اور بتائی ہیں:

⑩ کسی کے یہاں ایسے وقت جاؤ جو ملنے کا وقت ہو سونے یا آرام کرنے یا کھانے یا ناشتہ کے وقت مت جاؤ۔

⑪ رات کے وقت کسی کے یہاں جانے سے احتیاط کرو۔

⑫ دوست احباب اور اس کے بال بچوں کے لیے اپنے حیثیت کا تحفہ لے جاؤ۔

⑬ جب واپس ہونا چاہو تو اجازت مانگو، پھر سلام کر کے نکل جاؤ۔

حدیث پاک میں میزبان کے لیے ہدایات

① جب کوئی آدمی تمھارے گھر آئے تو اس کی عزت کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: مؤمن کی شان یہ ہے کہ مہمان کی عزت کرے۔

② جب مہمان جانے لگے تو پہنچانے کے لیے تھوڑی دور تک ساتھ جاؤ۔

③ جب ساتھ جاؤ تو خود مت لوٹو؛ بلکہ مہمان کو چاہیے کہ وہ رخصت کرے کہ ''اب آپ آرام فرمائیے۔

④ اگر تمھارے پاس سواری ہو تو مہمان کی واپسی کے لیے سواری

پیش کرو۔

⑤ جب کوئی تمھارے یہاں آئے تو تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

⑥ اُس کے آنے پر خوشی کا اظہار کرو۔

⑦ کچھ عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی ہے تو معانقہ بھی کرو؛ ورنہ مصافحہ کرلو۔

عیادت اور بیمار کی خبر لینے جانا

جان پہچان، یا پڑوسی یا کوئی عزیز رشتہ دار یا دوست و احباب یا ہمارے استاذ میں سے کوئی بیمار پڑ جائے تو ان کی خبر لینے کے لیے جانا، اس کے ساتھ ہمدردی کرنا، اُس کی مدد کرنا، اس کے لیے دعا کرنا سنت ہے اور یہ اسلامی طریقہ کا اہم حصہ ہے۔

جو شخص کسی بیمار کی خبر لینے کے لیے جاتا ہے تو فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر صبح کو جاتا ہے تو شام تک ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور شام کو جاتا ہے تو صبح تک اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ (ابوداؤد شریف)

ایک حدیث میں ہے کہ فرشتے دعا کرتے ہیں کہ تم خوش رہو، تمھارا چلنا مبارک ہو اور تمھیں جنت میں منزل نصیب ہو۔ (ترمذی شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اچھی طرح وضو کر کے ثواب کی نیت

سے بیمار کی خبر لینے کے لیے جائے تو وہ دوزخ سے سات سو سال دور ہو جاتا ہے۔

بیمار پُرسی کے آداب

① وضو کر کے جانا مستحب ہے؛ اس لیے وضو کر کے جائیں۔

② بیمار کے سامنے ایسی باتیں کریں کہ اس کو اطمینان ہو اور بیماری کی گھبراہٹ اس کے دماغ سے کم ہو، مثلاً یہ کہیں کہ: کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے، ان شاء اللہ! جلد تندرست ہو جاؤ گے۔ یا کہیں کہ: بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں وغیرہ۔

③ اِس بات کا خیال رکھیں کہ بیمار کے پاس زیادہ شور نہ ہو اور ہم بھی زیادہ زور سے نہ بولیں۔

④ بیمار کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھیں؛ بلکہ بیمار کا کوئی کام نہ ہو تو جلد اُٹھنے کی کوشش کریں۔

⑤ مزاج پُرسی کے وقت بیمار کی پیشانی پر یا سینہ پر یا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دعا دو اور پوچھو کہ: طبیعت کیسی ہے؟۔ اس سے زیادہ ہم دردی معلوم ہوتی ہے۔ یہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور اس سے مزاج پرسی کامل ہوتی ہے۔

⑥ بیمار سے کہو کہ: وہ تمھارے لیے دعا کرے، بیمار کی دعا قبول ہوتی

ہے اور تم بھی اس کے لیے دعا کرو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیمار کی عیادت کے وقت سات مرتبہ یہ دعا دل سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ بیمار کو اچھا کر دیں گے:

اَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيْمَ
رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ
اَنْ يَشْفِيَكَ

ترجمہ: دعا کرتا ہوں اللہ سے جو عظمت والے ہیں، عرشِ عظیم کے مالک ہیں، یہ کہ وہ آپ کو شفا دیں۔